
إنه من سليمان وإنه
بسم الله الرحمن الرحيم

اللھم صل علی محمد و آل محمد

انقلابِ حسینؑ کے سیاسی عوامل

حسینؑ دائرۃ المعارف کی روشنی میں

از قلم

حجت الاسلام والمسلمین مولانا میرزا محمد جواد شبیر

ناشر

الجواد ٹرسٹ لندن، برطانیہ

تعارف کتاب

نام کتاب: انقلابِ حسینی کے سیاسی عوامل

اقتباسات: العامل السیاسی لنھضۃ الحسینؑ، مؤلفہ آیت اللہ محمد صادق الکرباسی

از قلم: حجت السلام والمسلمین مولانا میرزا محمد جواد شبیر

پیشکش: حسینیؑ رسرچ سنٹر، برطانیہ

طبع: دوم

تاریخ اشاعت ۲۰۱۵ء

ہدیہ: ۲۵۰ ہندوستانی روپیہ، برطانیہ ۸ پاونڈ، امریکہ ۱۳ ڈالر

ناشر: الجواد ٹرسٹ لندن، برطانیہ

0044 786 229 6910	فون:
shaikh.jawad.inc@gmail.com	ایمیل:
www.al-jawad.org	سایٹ:

ملنے کا پتہ

Mirza Murtuza Ali & Mirza Zaki Hasan
22-1-100/101, Flat NO 301, 3rd floor, Ornate Homes
Noor Khan Bazar, Hyder: 500024, AP, India
Mr Mirza Murtuza Ali & Mr Mirza Zaki Hasan
0091- 8978678261 & 0091-9885391987

Our Bank Details & Contact

HSBC	
Account Name:	**Al-jawad**
Sort Code:	**40-07-27**
Account No:	**61614347**
IBAN:	**GB88MIDL40072761614347**
BIC:	**MIDLGB22**
Bank Address:	**91 High Road, NW10 2TA, London, UK**

Name of Author	**Mirza Mohammed Jawad**
Email:	**mmjawad2000000@yahoo.com**
Web:	**www.al-jawad.org**
Phone:	**0044 786 229 6910**
Facebook	**http://www.facebook.com/mjawadshabbir**

15 Shelley Court, Wembley, London, UK, HA0 3BA
Contact person in Hyderabad, India:

حسینؑ چراغ ہدایت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْحُسَیْنَ

مِصْبَاحُ هُدًی

وَ سَفِیْنَةُ نَجَاةٍ

وَ اِمَامُ خَیْرٍ وَ یُمْنٍ وَ عِزٍّ وَ فَخْرٍ

وَ بَحْرُ عِلْمٍ وَ ذُخْرٍ

بیشک حسینؑ ہدایت کا چراغ، نجات کی کشتی اور وہ امام ہیں کہ جو صاحب خیر و برکت، صاحب عزت و فخر اور دریائے علم و سرمایہ ہیں (عیون اخبار الرضاؑ جلد ا ص ٦٢)۔

صلب حسینؑ سے بارہ امامؑ

سنہ ۷ ھ میں ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آیہٴ **وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ** (زخرف ۲۸) کے بارے میں سوال کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

جَعَلَ الاِمَامَةَ فِيْ عَقِبِ الْحُسَيْنِ

يَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهِ تِسْعَةٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ

مِنْهُمْ مَهْدِيُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے امامت کو صلب امام حسین علیہ السلام میں قرار دیا ہے، نسل حسینؑ سے ۹ ائمہ متولد ہونگے، اورانہیں ائمہ سے امام مہدیؑ بھی متولد ہونگے۔

(بحارالانوار جلد ۲۵ ص ۲۵۳)

حسینؑ غدیر خم میں

سنہ ۱۰ ہجری میں رسولؐ اسلام نے آخری حج کی تیاری کی جس میں آنحضرتؐ کی تمام ازواج، امام علیؑ، حضرت زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السلام بھی موجود تھے، حج کے بعد غدیر خم کے میدان میں ولایت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے اعلان کے ساتھ ساتھ رسولؐ اسلام نے ولایت ائمہ کا بھی تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

يَا مَعَاشِرَ النَّاسِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ بَايَعُوْا عَلِيًّا اَمِيْرَ الْمُومِنِيْنَ، وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ وَ الائِمَّةَ كَلِمَةً طَيِّبَةً بَاقِيَةً، يُهْلِكُ اللّٰهُ مَنْ غَدَرَ وَ يَرْحَمُ مَنْ وَفٰى

اے لوگو تقوائے الٰہی اختیار کرو اور علیؑ کی بیعت کرو کہ وہ امیرالمومنینؑ ہے، اور حسنؑ و حسینؑ اور ائمہؑ کی بیعت کرو جو ایک ایسا پاک سلسلہ ہے جو باقی رہنے والا ہے، جو ان سے غداری کرے اللہ اسے تباہ کرے گا اور جو ان سے وفا کرے اللہ ان پر احسان کرے گا(خطبۃ الغدیر: ۹)، اس روز رسولؐ اسلام نے تمام اصحاب سے ان الفاظ میں اقرار لیا:

اَطَعْنَا اللّٰهَ بِذٰلِكَ وَ اِيَّاكَ وَ عَلِيًّا وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ وَ الْاِئمَّةَ الَّذِيْنَ ذَكَرْتَ عَهْدًا وَ مِيْثَاقًا مَاخُوْذًا لِاَمِيْرِ الْمُومِنِيْنَ مِنْ قُلُوْبِنَا وَ اَنْفُسِنَا وَ اَلْسِنَتِنَا وَ مُصَافَقَةِ اَيْدِيْنَا

ہم اِس پر اللہ کی اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ اور جن ائمہؑ کا آپ نے تذکرہ فرمایا ہے کی ولایت کا دم بھرتے ہیں، یہ ہمارا پختہ عہد و پیمان ہے جو امیر المومنینؑ کے لئے لیا گیا ہے، ہمارا یہ عہد ہمارے دلوں، جانوں اور زبانوں سے ہے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیعت کر کے ہے۔

(السیرۃ الحسینیہ جلد دوم ص ۲۱۹)۔

حسینؑ دین کی بقاء

رسول اکرم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے جب چالیس سال مکمل ہوئے تو غار حرا میں جبرئیل امین ۲۷ رجب المرجب مطابق ۳ جولائی سنہ ۶۱۰ عیسوی کو رسولؐ اسلام پر وحی الٰہی لے کر نازل ہوئے اور فرمایا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (علق آیہ ۱)۔

رسولؐ اسلام نے تلاوت کی جس کے بعد جبرئیل امین نے بہت سارے واقعات کے تذکرہ کے بعد فرمایا:

وَ سَوْفَ يَقِرُّ عَيْنُكَ بِبِنْتِكَ فَاطِمَةَ، وَ سَوْفَ يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مِنْ عَلِيٍّ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ سَوْفَ يَنْشُرُ فِي الْبِلَادِ دِيْنُكَ

عنقریب آپ کی بیٹی فاطمہؑ کی ولادت سے آپ کی آنکھیں روشن ہونگی، اور فاطمہؑ و علیؑ سے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو حسنؑ و حسینؑ جیسے فرزند عطا فرمائے گا، جس کے بعد آپ کا دین دنیا بھر میں پھیل جائے گا۔

(بحار الانوار جلد ۱۷ ص ۳۱۰)۔

حسینؑ بہترین وسیلہ

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّ اللہَ تَعَالیٰ عَوَّضَ الْحُسَیْنَ مِنْ قَتْلِہِ اَنْ جَعَلَ الْاِمَامَۃَ فِيْ ذُرِّیَّتِہِ، وَ الشِّفَاءَ فِيْ تُرْبَتِہِ، وَ اِجَابَۃَ الدُّعَاءِ عِنْدَ قَبْرِہِ

بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے عوض آپؑ کی نسل میں امامت، آپؑ کی تربت میں شفاء، اورآپؑ کی قبر کے قریب کی جانے والی دعاء میں قبولیت رکھی ہے۔

(امالی طوسی، ص ۳۲۴)۔

آئینۂ کتاب

آیت اللہ محمد صادق الکرباسی ایک نظر میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷
حجت الاسلام والمسلمین مولانا میرزا محمد جواد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱
عرض ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳
ابتدائے کلام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷
سیاست ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱
سیاست کے معنی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱
سیاست کے محور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵
نظام سیاسی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۶
اقتدارِ سیاسی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۶
اسلامی حکومت میں سیاسی قوانین کا سرچشمہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۷
سیاست کی اقسام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۷
اقتصادی سیاست ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۹

اقتصاد کے معنی ---------- ۴۰
اسلامی حکومت میں اقتصادی اختیارات ---------- ۴۱
قضائی سیاست ---------- ۴۲
مساوات کے معنی ---------- ۴۳
قاضی کی شرائط ---------- ۴۳
اعلامی سیاست (میڈیا اور اعلانی سیاست) ---------- ۴۵
داخلی سیاست ---------- ۴۶
۱۔ نظام کی نوعیت ---------- ۴۶
۲۔ آزادی اور اس کے حدود ---------- ۴۷
۱۔ عقیدہ و فکر میں آزادی ---------- ۴۸
۲۔ رائے میں آزادی ---------- ۴۹
۳۔ سیاست میں آزادی ---------- ۵۰
۴۔ تعمیرات میں آزادی ---------- ۵۱
۵۔ اقتصادی آزادی ---------- ۵۲
۶۔ شخصی آزادی ---------- ۵۴
۳۔ انتخابات ---------- ۵۴

حقوق و سیاست -- ۵۵
۴۔ امن واماں (سیکیورٹی) -- ۵۷
۱۔ حکمرانوں کا رعیت پر ظلم و ستم کرنا -- ۵۸
۲۔ عوام الناس میں دین و مذہب کا فقدان -- ۵۸
۳۔ حکومت میں عوام الناس کا فقیر وتنگدست ہونا -- ۵۸
۴۔ نا امنی کا چوتھا عامل عوام الناس کا جاہل ہونا ہے -- ۵۹
۵۔ حکومت میں لوگوں کو تحت فشار رکھنا -- ۵۹
۶۔ ظالموں کو کیفر کردار تک نہ پہنچانا -- ۶۰
۵۔ مختلف احزاب -- ۶۰
۶۔ اقلیتی ادیان کے پیرو کار -- ۶۱
۷۔ تعلیم وتربیت -- ۶۳
۸۔ روزگار -- ۶۴
۹۔ بیت المال سے غریبوں کی امداد -- ۶۷
۱۰۔ عادات وتقالید -- ۶۹
خارجی سیاست -- ۷۱
سفر -- ۷۱

سفیر و سفارت -- ۷۳
جنگ و دفاع -- ۷۴
کنیز و غلام -- ۷۶
زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاسی حالات -------------- ۷۹
حضورؐ کی حکومت میں داخلی سیاست ------------------------- ۸۰
حضورؐ کی حکومت میں خارجی سیاست ------------------------- ۸۹
حضورؐ کی حکومت میں قضائی سیاست ------------------------- ۹۴
حضورؐ کی حکومت میں اعلامی سیاست (اعلانی اور میڈیائی سیاست) ------------ ۹۶
حضورؐ کی حکومت میں اقتصادی سیاست ------------------------- ۹۸
بعد از پیغمبر اسلامؐ داخلی سیاست میں انحراف ----------------------- ۱۰۲
بعد از پیغمبر اسلامؐ خارجی سیاست میں انحراف ----------------------- ۱۰۲
بعد از پیغمبر اسلامؐ قضائی سیاست میں انحراف ----------------------- ۱۰۳
بعد از پیغمبر اسلامؐ اعلامی سیاست (میڈیائی سیاست) میں انحراف ------------ ۱۰۳
بعد از پیغمبر اسلامؐ اقتصادی سیاست میں انحراف ----------------------- ۱۰۴



آیت اللہ محمد صادق الکرباسی ایک نظر میں

اسم:

آیت اللہ شیخ محمد صادق محمد الکرباسی

نسب:

آپ کا نسب مالک بن حارث اشتر نخعی پر منتھی ہوتا ہے کہ جن کی پاک نسل سے بے شمار فقہاء و علماء وجود میں آئے۔

تاریخ و مقام ولادت:

۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۶ھ بمطابق ۲۰۔۱۰۔۱۹۴۷م، کربلاء معلی۔

تعلیم و تحصیلات:

آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے حوزۂ علمیہ کربلا معلی، نجف اشرف، طہران، قم المقدسہ

میں مراجع عظام سے کسب فیض فرمایا یہاں تک کے مختلف مراجع کرام نے آپ کو اجازۂ اجتہاد سے نوازا، آپ کے اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

شیخ محمد کرباسی (شیخ کرباسی کے والد محترم)، شیخ محمد شاہرودی، شیخ یوسف بیارجمندی، سید محمد شیرازی، سید ابوالقاسم الخوئی، سید روح اللہ خمینی، سید احمد خوانساری، سید ابوالحسن رفیعی، شیخ محمد باقر آشتیانی، سید محمد رضا گلپائگانی، محمد کاظم شریعتمداری، شیخ مرتضی الحائری، شیخ ہاشم آملی، شیخ محمد حسین الکرباسی۔

تاسیسات:

آیت اللہ کرباسی نے تدریس و تالیف و تحقیق کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک میں تقریبا ۴۰ ادارے قائم کئے، جن میں عراق، ایران، لبنان، شام، اور انگلستان شامل ہیں، آپ نے سنہ ۱۹۷۵ء میں شہر دمشق میں حوزۂ علمیۂ زینبیۂ کی تأسیس میں بنیادی کردار ادا کیا اور اس عظیم علمی مرکز کی ترقی میں بلند پایہ اقدامات انجام دیئے۔

تالیفات:

حسینیؑ دائرۃ المعارف کے مولف نے مختلف عنوانات و مضامین پر کتابیں تالیف کیں، جن میں مندرجہ ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں:

۱۔ حسینیؑ دائرۃ المعارف ۷۵۰ جلدیں۔

۲۔ شرایع (احکام شریعت) ۱۰۰۰ جلدیں۔

۳۔ مختلف ممالک میں اسلام کی پیشرفت، ۷ جلدیں ۔

۴۔ تفسیر قرآن مجید، ۳۰ جلدیں ۔

۵۔ علم عروض (جس میں ۲۱۰ بحروں پر گفتگو کی گئی ہے)۔

۶۔ دیوان شعر (جس میں مولف کے اشعار جمع ہیں)، ۱۴جلدیں ۔

۷۔ مختلف مقالات و مجلات اور مباحث کہ جو انٹرنیٹ پر موجود ہیں ۔

آپ کی ان خدمات کے پیش نظر اردن سے تالیف شدہ **معجم الادباء الاسلامیین المعاصرین** اور **الموسوعة الکبری للشعراء العرب** میں آپ کی قدردانی کی گئی، اور شام، لبنان، فرانس اور امریکہ جیسے ممالک کی یونیورسیٹیز نے آپ کو چار ڈاکٹریٹ سرٹیفیکیٹ سے نوازا ہے ۔



حجت الاسلام والمسلمین مولانا میرزا محمد جواد شبیر

اسم:

میرزا محمد جواد شبیر بن مرزا مجتبی احمد بن مرزا محمد رضا بن مرزا علی جواد بن مرزا غلام سجاد اشہر بن مرزا حسین علی خان ظفر بن مرزا نجم الدین علی خان بہادر بن مرزا ابوتراب عین الملک بن مرزا علی بیگ علی نواز خان بن مرزا واصلان بیگ خان ۔۔۔ ابن مالک اشتر نخعی۔

تاریخ و مقام ولادت:

۱۶ محرم الحرام سنہ ۱۴۰۱ھ، بمطابق ۲۵-۱۱-۱۹۸۰ عیسوی، حیدرآباد دکن، ہندوستان ۔

تحصیلات:

مؤلف میرزا محمد جواد سنہ ۱۹۹۳ءکو (۱۲ سال کی عمر میں) علوم دینیہ کے حصول کے لئے حیدرآباد سے گلبرکہ کرناٹکہ تشریف لے گئے ، جہاں آپ نے سنہ ۱۹۹۳ءسے سنہ ۱۹۹۹ء تک مدرسۃ

الصادقینؑ (قاف مفتوح) میں مقدماتی علوم حاصل کئے، جس کے بعد سطوح اعلی کی تعلیم کے لئے سنہ ۱۹۹۹ء کے اواخر میں حوزۂ علمیہ قم المقدسہ مسافرت کی۔

سنہ ۲۰۰۷ء میں تحصیلات سے فراغت کے بعد آپ لندن برطانیہ مستقل طور پر تشریف لائے کہ جہاں آپ نے دینی مراکز میں تبلیغی خدمات انجام دیں، اور اسی مقصد کے پیش نظر کویت، امریکہ، جرمنی کے مختلف شہروں میں علوم آل محمد کی نشر و ترویج کا فریضہ ادا کیا۔

تالیفات وتراجم:

مولانا نے تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ تالیف و تراجم میں بھی اپنی خدمات پیش کیں، آپ کی مطبوعہ کتب میں "**گفتگو کا سلیقہ**"، "**اجمالی تعارف حسینی دائرۃ المعارف**"، "**تجلیاتِ حسینؑ**"، "**اردو ادب پر نقوش کربلاء**"، "**انقلاب حسینی کے سیاسی عوامل**"، "**حسینی صحیفہ کاملہ**" شامل ہیں، دیوان امام حسین، رسالۂ حقوق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اور محبت علیؑ کردار و آخرت کی ضامن آپ کی وہ کتب ہیں کہ جو انشاء اللہ عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئیں گی۔

موصوف نے اس کے علاوہ حسینیؑ دائرۃ المعارف کے شعبہ اردو کے لئے قرن ۱۰ ہجری سے قرن ۱۳ ہجری تک چھ جلدوں پر مشتمل اردو شعرائے کرام کے نایاب کلام کی جمع آوری کا عمل ایک تحقیقی انداز میں انجام دیا ہے کہ جو اپنی نوعیت میں ایک بے نظیر خدمت ہے، ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالی مولانا کی توفیقات میں اضافہ فرمائے (الہی آمین)۔

مرکز حسینیؑ لندن

عرض ناشر

تاریخ بشریت میں بے شمار انقلابات وجود میں آئے کہ جن کا اثر کچھ ہی مدت کے بعد ختم ہوا، لیکن امام حسین علیہ السلام کا انقلاب وہ واحد انقلاب ہے کہ جس کی تاثیر گذر زمان کے ساتھ ساتھ کم نہیں بلکہ بڑھتی چلی گئی اور قیامت تک اس کا اثر باقی اور تروتازہ رہے گا۔

امام حسین علیہ السلام کے انقلاب کی کامیابی کا راز اس انقلاب کے عوامل و اسباب میں پوشیدہ ہے، چونکہ انقلاب میں جس قدر صداقت پائی جائے وہ انقلاب اتنا ہی پائندہ وتابندہ رہتا ہے، انقلابِ حسینؑ کے عوامل کی جانب خود امام حسین علیہ السلام نے اشارہ کرتے ہوئے اپنی تحریر کردہ وصیت میں اپنے بھائی جناب محمد حنفیہ سے فرمایا:

وَ اِنّی لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَ لَا بَطِرًا وَ لَا مُفْسِدًا وَ لَا ظَالِمًا وَ اِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الاِصْلَاحِ فِیْ اُمَّةِ جَدِّیْ صَلّی اللهُ علیهِ و آلِه اُرِیْدُ اَنْ آمُرَ بِالمَعْرُوْفِ وَ اَنْهٰی عَنِ الْمُنْکَرِ، وَ اَسِیْرُ بِسِیْرَةِ جَدِّیْ وَ اَبِیْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ

اور بیشک میں نے جنگ طلبی، بے مقصد، فساد اور ظلم کرنے کے لئے قیام نہیں کیا بلکہ میرے قیام کا بنیادی مقصد میرے جد کی امت کی اصلاح ہے، میں انہیں اچھائی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا چاہتا ہوں، اور اس ہدف میں میں اپنے جد (رسولؐ اللہ) و بابا علیؑ ابن ابی طالبؑ کی سیرت و روش کے مطابق عمل کروں گا (بحار الانوار، جلد۴۴، ص ۳۲۹)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد زمانۂ یزید تک ماحول اس قدر بدل چکا تھا کہ امت محمدیؐ پوری طرح گمراہی میں مبتلاء ہو چکی تھی، اور ان پر یزید جیسے فاسق و فاجر شخص (کہ جو بر سر عام شراب پی کر گناہان کبیرہ کا ارتکاب کرتا تھا) کو مسلط کیا گیا جو لوگوں سے تلوار کے زور پر بیعت لے رہا تھا اور کسی کی ہمت نہ تھی کہ وہ ایسے فاسق و فاجر کا مقابلہ کر سکے، لہذا امام حسین علیہ السلام نے قیام کرتے ہوئے فرمایا اب جبکہ امتِ اسلام معروف و منکر کی پہچان کی صلاحیت کھو چکی ہے میری ذمہ داری ہے کہ میں ان کی اصلاح کروں اور انہیں معروف و منکر کی اس طرح تعلیم دوں کہ جس طرح رسولؐ اللہ اور میرے بابا علیؑ ابن ابیطالبؑ نے امت کو تعلیم یافتہ فرماکر ان کی اصلاح کی تھی، چاہے اس راہ میں مجھے اور میرے خاندان کو قربان ہی کیوں نہ ہونا پڑے، لہذا امامؑ عالی مقام نے اپنے بیان کردہ عوامل کی روشنی میں صداقت کے ساتھ قربانیاں پیش کیں جس سے دین محمدیؐ دوبارہ زندہ ہوگیا، لہذا جب تک اسلام زندہ ہے اس کی حیات میں خونِ حسینؑ کا اثر باقی رہے گا۔

کتابِ ہذا "**انقلابِ حسینؑ کے سیاسی عوامل**" میں حجت الاسلام مولانا میرزا محمد جواد شبیر نے حسینؑ دائرۃ المعارف کی روشنی میں سیاست اور دین پر مدلل گفتگو فرمائی ہے کہ جس میں موصوف نے سب سے پہلے اسلامی سیاست کے تمام جوانب پر روشنی ڈالی ہے

جس کے بعد آپ نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور حکومت میں اسلامی سیاست کا مکمل جائزہ لے کر حکومت مصطفویؐ کی کسوٹی پر آنے والی حکومتوں اور بالخصوص یزیدی حکومت کو پرکھا ہے جس کے نتیجہ میں مذکورہ حدیث میں امام حسین علیہ السلام کے بیان کردہ انقلاب کے عوامل اور حضورؐ کی وفات کے بعد امت میں انحراف کی صورت پوری طرح سے واضح ہوتی ہے۔

ہم اللہ تبارک وتعالی کے ممنون و مشکور ہیں کہ اس علمی کاوش کو طبع دوم کی حیثیت سے عوام وخواص کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت الجواد ٹرسٹ کو حاصل ہو رہی ہے، جس کی طبعِ اول کا عمل سنہ ۲۰۱۳ کو ادارۂ منہاج الحسین لاہور کے توسط سے انجام پایا ہے۔

ہم مخیر مومنین سے علوم آل محمد کے فروغ کے لئے دامِ درہمِ سخن تعاون کی امید رکھتے ہیں۔

شعبہ نشرواشاعت

الجواد ٹرسٹ لندن، برطانیہ

ابتدائے کلام

ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ جو عالمین کا رب ، رحمان و رحیم اور مالک روزِ جزا ہے، اور درود و سلام ہو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر جو عالمین کے برگزیدہ ہیں ۔

اما بعد

قابل تعریف ہے اس اللہ تبارک وتعالی کی ذات کہ جس نے اس بندۂ حقیر کو بارِ دیگر توفیق عطا فرمائی کہ میں اپنے معزز قارئین کی خدمت میں حسینیؑ دائرۃ المعارف سے مربوط اپنی چوتھی کتاب یعنی "**انقلابِ حسینؑ کے سیاسی عوامل**" کو پیش کرسکوں، جس میں اس بات کو واضح کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ دین اور سیاست دو الگ چیزیں نہیں ہے بلکہ دین کا سیاست سے گہرا تعلق ہے ۔

دین مبین اسلام وہ دین ہے کہ جس میں سیاست کا سرچشمہ دینی اصول ہیں لہذا وہ سیاست کہ جو دینی اصول پر استوار ہو وہ اللہ کے نزدیک مذموم نہیں بلکہ ایک ممدوح سیاست ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے جہاں انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کو دینی رہبر بنایا وہیں انہیں دنیوی رہبریت عطا کی تاکہ وہ امت کے امور کو دین سے مطابقت دے

کر ایک اسلامی حکومت قائم کریں، اسی لئے انبیاء اور ائمہؑ علیہم السلام کو روایات میں سیاستمدار کہا گیا ہے، اس متعلق مندرجہ ذیل بعض روایات قابل غور ہیں:

اَنْتُمْ سَاسَةُ النَّاسِ

یعنی اے ائمہ کرام! لوگوں کے امور میں آپ سیاست کرنے والے ہیں۔

وَ الاِمَامُ عَارِفٌ بِالسِّيَاسَةِ

یعنی امام سیاست سے واقف ہوتا ہے۔

ثُمَّ فُوِّضَ اِلیٰ النَّبِیِّ اَمْرُ الدِّیْنِ وَ الْاُمَّةِ لِيَسُوْسَ عِبَادَه

یعنی حضورؐ کو دین اور امت کے امور سپرد کر دیئے گئے تاکہ آپ سیاست کے ذریعہ لوگوں کے امور میں تدبیر کر سکیں۔

كَانَ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ تُسَوِّسُهُمْ اَنْبِيَاؤُهُمْ

یعنی بنی اسرائیل کے سیاسی امور انبیاء علیہم السلام کے اختیار میں تھے۔

لہذا سیاست اور حکومت داری کا سب سے پہلا حق انبیاءؑ پھر ائمہ علیہم السلام کو حاصل ہے اور جب یہ افراد نہ ہوں تو جامع الشرائط فقہاء، امکانات میسر ہونے کی صورت میں اسلامی حکومت قائم کرتے ہیں، چونکہ ائمہ کی غیبت میں دین و دنیا میں فقہاء کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اسی لئے امام مہدی (ع) نے بھی غیبت کبری سے پہلے اپنے شیعوں سے فرمایا:

وَ اَمَّا الْحَوَادِثُ الْوَاقِعَةُ فَارْجِعُوْا فِيْهَا اِلیٰ رُوَاةِ حَدِيْثِنَا فَاِنَّهُمْ حُجَّتِیْ عَلَيْكُمْ وَ اَنَا حُجَّةُ اللهِ عَلَيْهِمْ

یعنی ہمارے زمانۂ غیبت میں جدید پیش آنے والے مسائل میں راویانِ حدیث کی طرف

رجوع کرو کیونکہ وہ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں اور ہم اللہ کی طرف سے ان پر حجت ہیں (وسائل الشیعہ جلد۲۷ ص ۱۴۰)۔

اس حدیث شریف میں رجوع سے مراد دینی و دنیوی (یعنی حکومتی) امور میں فقہاء کی طرف رجوع کرنے کے ہیں، لہذا غیبت امام زمانہ علیہ السلام میں فقہاء کرام کو حق حاصل ہے کہ وہ شرائط کے مہیا ہونے کی صورت میں اسلامی حکومت کو تشکیل دیں، تاکہ دین خدا کی تبلیغ ونشر میں فروغ اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی تیاریاں ہو سکیں۔

کتابِ ہذا یعنی "**انقلابِ حسینؑ کے سیاسی عوامل**" میں ہم نے سب سے پہلے سیاست کی کم وبیش تمام جہات کو بیان کیا ہے کہ جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت میں **اقتصادی سیاست، قضائی سیاست، اعلامی سیاست (میڈیا اور اعلانی سیاست)، داخلی سیاست اور خارجی سیاست** پر جامع و مفید روشنی ڈالی ہے تاکہ حضورؐ کے بعد آنے والی حکومتوں کو بالخصوص حکومتِ یزید کو حضورؐ کی طرزِ حکومت پر پرکھا جائے اور قارئین کے لئے واضح ہوجائے کہ یزیدی حکومت اسلامی اقدار سے کس قدر دور ہو چکی تھی کہ جس کے نتیجہ میں ایسے اسباب و عوامل وجود میں آئے کہ جو امام حسین علیہ السلام کے قیام اور شہادت پر منتہی ہوئے۔

ہم پر امید ہیں کہ اس کتاب میں موجود تمام مطالب طلاب، علماء اعلام اور معزز قارئین کے لئے مفید ثابت ہونگے۔

آخر میں حضرتِ حق سے دعا ہے کہ وہ حقیر کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے میرے اور والدین و متعلقین کی مغفرت کا سبب قرار دے (الٰہی آمین)۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (سورۂ ہود، آیت ۸۸)۔

میرزا محمد جواد شبیر

لندن، برطانیہ

۲۱ مئی ۲۰۱۳ء بمطابق ۱۰ رجب المرجب سنہ ۱۴۳۴ھ۔

سیاست

سیاست ایک ایسا لفظ ہے کہ جس کے سنتے ہی ذہن میں مکر و فریب، جھوٹ، بہتان اور قتل و غارتگری جیسے مفاہیم وارد ہوتے ہیں، جبکہ سیاست ایک ایسا عمل ہے کہ جو انسانی فطرت کے ہمراہ ہے، جس کے مطابق دنیا کا ہر ایک انسان اپنے تمام امور کی تدبیر کرتا ہے،بس فرق یہ ہے کہ کبھی سیاست کا دائرہ فردی و شخصی مسائل تک محدود ہوتا ہے تو کبھی سیاست کا تعلق اداروں، مرکزوں اور حکومتوں سے ہوتا ہے ۔

تاریخ بشریت میں سیاست کی آڑ میں اس قدر جرائم کئے گئے کہ اس لفظ نے منفی معنی اختیار کرلئے اور یہ کہا جانے لگاکہ اسلام اور سیاست دو الگ چیزیں ہیں کہ جو کبھی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں، یہ وہ فکر تھی کہ جو منافقین کی جانب سے پوری طرح عالم اسلام پر مسلط کی گئی تاکہ کوئی شریف اور مومن انسان سیاست کے قریب نہ ہو سکے جس سے سیاست صرف اشرار کے ہاتھوں میں باقی رہ جائے ۔

سیاست کے معنی

عربی میں سیاست کو اَلسِّیَاسَۃُ (الف و لام کے ساتھ) لکھا اور بولا جاتا ہے کہ جس سے سَاسَ(فعل ماضی) یَسُوْسُ (فعل مضارع) اور سَائِسٌ (اسم فاعل) مشتق ہوتے ہیں،

لغت میں سائس کے معنی اس مربی و تربیت کرنے والے کے ہیں کہ جو کسی جانور کی تربیت کرتا ہے (سَائِسٌ اَیْ رَائِضٌ لِلدَّوَابِّ وَ مُدَرِّبُهَا، حیوانات کو رام کرکے انکی تربیت کرنے والے کو سائس کہتے ہیں)، لیکن اصطلاح میں جو شخص حکومت کے امور کی تدبیر کرتا ہو اسے سیاستدار کہتے ہیں (هُوَ مُدَبِّرُ اُمُوْرِ الدَّوْلَةِ)، لہذا سیاست کے معنی کسی شخص یا ادارے یا پھر حکومت کے مسائل کو بہتر بنانے کے لئے تدبیر کرنے کے ہیں۔

سیاست (یعنی تدبیر) وہ عمل ہے کہ جسے انسان پیدا ہوتے ہی انجام دیتا ہے، اس معنی میں کہ ایک نومولود اپنی ماں کی توجہ کو مبذول کرنے اور دودھ پینے کے لئے گریہ کی تدبیر کو انتخاب کرتا ہے تاکہ اس ذریعہ سے وہ اپنی بھوک مٹا سکے، لہذا بھوک مٹانے کے لئے رونا ایک بچہ کے لئے سیاست ہے جوکہ اللہ تبارک و تعالی کی جانب سے اس کی فطرت میں رکھی گئی ہے لہذا اس مقام پر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ سیاست بنیادی طور پر ایک مثبت عمل ہے، چونکہ اس کے معنی زندگی کے تمام امور میں نیک تدابیر کرنے کے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کو بھی دینِ سیاست کہا گیا ہے یعنی وہ دین کہ جس میں لوگوں کی زندگی کے متعلق بہترین تدبیری نصاب و قوانین معین کئے گئے ہیں، اسی لئے اسلام میں تمام پیغمبروں اور انبیاء کو سیاستداں کہا گیا ہے جیسے کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے:

اَنْتُمْ سَاسَةُ النَّاسِ

یعنی اے ائمہ کرام آپ لوگوں کے امور کی تدبیر کرنے والے ہیں۔

وَ الاِمَامُ عَارِفٌ بِالسِّیَاسَةِ

یعنی امام لوگوں کے امور کی تدبیروں سے واقف ہے۔

ثُمَّ فُوِّضَ اِلیٰ النَّبِیِّ اَمْرُ الدِّیْنِ وَ الْاُمَّةِ لِیَسُوْسَ عِبَادَه

حضورؐ کی خدمت میں دین اور امت کے امور سپرد کئے گئے تاکہ آپ لوگوں کے لئے تدبیر کر سکیں۔

کَانَ بَنُوْا اِسْرَائِیْلَ تُسَوِّسُھُمْ اَنْبِیَاؤُھُمْ

بنی اسرائیل کے سیاسی امور کی تدبیر انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں میں تھی۔

مذکورہ تمام احادیث میں لفظ سیاست کے معنی لوگوں کے امور کی تدبیر کے ہیں، لہذا سیاست وہ عمل ہے کہ جو پیغمبروں اور رسولوں سے منسوب ہے لیکن چونکہ ظالم حکومتوں نے اس دنیا میں حکومتیں کیں اور اہلِ حق کی حکومت بہت کم رہی ہے لہذا فاسق و فاجر حکمرانوں نے قوم کے امور کی تدبیر تو کجا بلکہ اپنے ذاتی مفادات کو پورا کرنے کے لئے غیر شرعی و ظالمانہ تدابیر اختیار کیں کہ جس کی وجہ سے یہ لفظ بدنام ہوگیا اور لوگ یہ تصور کرنے لگے کہ سیاست کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، چونکہ کم و بیش ہر حکومت جب بھی اقتدار میں آنا چاہتی ہے وہ لوگوں کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے خود کو ان کے مسائل کے حل کا بہترین مدبر ہونے کے عنوان سے پیش کرتی ہے لیکن جیسے ہی حکمران بر سر اقتدار آتے ہیں تو سارے وعدے بھول کر اپنے ذاتی مفادات کے لئے تدابیر کرنے لگتے ہیں۔

اسی لئے جب حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام مسند اقتدار پر رونق افروز ہوئے تو آپ نے فرمایاکہ پہلی حکومتوں میں جو سیاست اختیار کی گئی تھی کہ جس کے نتیجہ میں بیت المال کو لوٹا گیا، میں وہ سارا مال تدبیر الٰہی سے بیت المال میں واپس لوٹاؤں گا تاکہ سیاست کے حقیقی معنی لوگوں کے لئے روشن ہو جائیں اور وہ یہ جان لیں کہ اسلام کی سیاست عدالت کے اصولوں پر استوار ہے، اسی لئے امام علی علیہ السلام کی عادلانہ سیاست کو آج تک یاد کیا جاتا ہے، آپؑ نے اس سیاست میں اس قدر عدالت سے کام لیاکہ کسی محقق نے کہا قُتِلَ فِیْ مِحْرَابِ عِبَادَتِه لِشِدَّةِ عَدْلِه یعنی امام علی علیہ السلام کو سیاست میں کثرتِ عدالت کی وجہ سے شہید کیا گیا۔

تاریخ اسلام میں وہ اسلامی حکومتیں کہ جو بنیادی طور پر عدالت سے دور تھیں یا وہ حکومتیں کہ جن کے حکمرانوں نے اپنی رعایا پر ظلم و ستم کئے وہ کسی بھی صورت میں حقیقی اسلام کی نمائندگی نہیں کر سکتیں، لہذا جو غیر مسلم معترض ان جیسی حکومتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اسلامی نظامِ سیاست پر اعتراض کرتے ہیں انہیں اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ اسلامی حکومت کے لئے صرف حکمرانوں کا مسلمان ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا وہ اسلامی قوانین و اقدار کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں یا نہیں؟ لہذا اگر وہ الٰہی قوانین کے پابند نہ ہوں تو ان کی حکومت کو اسلامی حکومت نہیں کہا جائے گا، بلکہ اسلامی حکومت وہ ہے کہ جہاں اس دین کے قوانین کو پوری طرح سے نافذ و جاری کیا جائے۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ بعض اسلامی حکومتیں ایسی بھی ہیں کہ جو قرآن و حدیث کی آڑ میں اپنے مفادات کے تحت قانون وضع کرتی ہیں کہ جو اسلام اور امت مسلمہ سے خیانت کا ایک مکارانہ طریقۂ کار ہے جس میں بے دین درباری ملاؤں کو رشوت دے کر قوانین وضع کروائے جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں عوام الناس دھوکہ کھا کر انہیں الہی قوانین سمجھ بیٹھتے ہیں، اس کے علاوہ دور حاضر میں مسلمان حکومتوں میں یہ بات بھی قابل ملاحظہ ہے کہ وہ غربی فرہنگ اور آداب و رسوم سے اس قدر متاثر ہو چکے ہیں کہ اسلامی قوانین پر اعتراض کرنے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کرتے یہاں تک کہ اسلامی قوانین کا غربی قوانین سے تقابل بھی کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں غربی قوانین کو ترجیح بھی دی جاتی ہے، لہذا جو حکومت اسلامی قوانین کو نافذ نہ کرے یا اسلامی قوانین سے اپنے مفاد کے مطابق رائے قائم کرے یا پھر اس کا غربی قوانین سے تقابل کرے ایسی حکومت اسلامی حکومت کہلانے کی اہلیت نہیں رکھتی اور نہ ہی ایسی حکومت کو اسلامی اقدار کا نمائندہ سمجھا جائے گا۔

سیاست کے محور

بنیادی طور پر سیاست کے دو محور ہیں کہ جنہیں نظام سیاسی اور اقتدارِ سیاسی کہا جاتا ہے۔

نظام سیاسی:

وہ حکیمانہ قوانین کہ جن کے ذریعہ ممالک پر حکومت کی جاتی ہے (اِنَّ النِّظَامَ السِّیَاسِیَّ هُوَ الْقَوَانِیْنُ الْحَکِیْمَةُ الَّتِیْ تَحْکُمُ الْبِلَادَ)، یہ وہ قوانین ہیں کہ جن کا تعلق ملک کے داخلی، خارجی، قضائی، دفاعی، مالی اور رفاہی امور سے ہوتا ہے۔

اقتدارِ سیاسی:

اقتدار سیاسی کا تعلق حکومت کے ان ممبران سے ہے کہ جو قوانین کو اجرائی مراحل تک پہنچاتے ہیں جن کا دانشور، مصلحت اندیش اور مدبر ہونا بے حد ضروری ہے، تاکہ وہ صحیح قوانین کو وجود میں لانے کے ساتھ ساتھ انہیں بر موقع عملی جامہ پہنا سکیں (هُمُ الْمُنَفِّذُوْنَ لِهٰذِهِ الْقَوَانِیْنِ مِنْ اَعْضَاءِ الدَّوْلَةِ، وَ لَا بُدَّ اَنْ یَکُوْنُوْا حُکَمَاءَ اَیْضًا)۔

ان دو محوروں کے علاوہ کسی بھی حکومت کے لئے دو اور عنصر درکار ہیں کہ جنہیں عنصر انسان (عوام) اور عنصر زمین (علاقہ) کہا جاتا ہے لہذا کسی بھی حکومت کے لئے نظام سیاسی، سلطۂ سیاسی کے ساتھ ساتھ عنصر انسان و زمین کا بھی ہونا بھی ضروری ہے۔

اسلامی حکومت میں سیاسی قوانین کا سرچشمہ

اسلامی حکومت میں قانون بنانے کا اصل حق (تشریع) صرف اللہ تبارک وتعالی کی ذات کو حاصل ہے اور تمام پیغمبروں اور اوصیاء کا اس سرزمین پر تشریف لانے کا مقصد الہی قانون کونافذکرنا ہے، اسی لئے ذات احدیت نے حضورؐ کے متعلق فرمایا:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

یعنی حضورؐ ہوائے نفس کے ساتھ گفتگو نہیں کرتے بلکہ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ وحی الٰہی ہے (سورۂ نجم، آیت ۳۔۴)، لہذا کلام محمدؐ کلام خدا اور شریعت محمدؐ شریعت خدا ہے۔

حضورؐ اور ائمہ علیہم السلام کی تمام حدیثیں الٰہی قوانین کی شرح و تفصیل کا کام انجام دیتی ہیں، لہذا وہ قوانین کہ جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں وہ کلام الٰہی سے ماخوذ ہیں اور وہ فتاوی کہ جو مراجع کرام کے توسط سے جاری کئے جاتے ہیں ان کا بھی مرجع قرآن اور حدیث پیغمبر وائمہ علیہم السلام ہے، کہ جس کا منتہٰی و سرچشمہ وہی قانون الٰہی ہے۔

سیاست کی اقسام

کسی بھی حکومت میں سیاست (تدابیر) کا تعلق کم سے کم چار چیزوں سے ہوتا ہے کہ جنہیں ۔ا۔اقتصادی سیاست، ۔۲۔قضائی سیاست، ۔۳۔ اعلامی سیاست (اعلانی اور میڈیائی

سیاست) ۔۴۔داخلی سیاست، ۔۵۔خارجی سیاست کہا جاتا ہے، آئندہ صفحات میں ہم ان تمام سیاستوں میں سے ہر ایک پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

۔ا۔ اقتصادی سیاست

اقتصاد اور اقتصادی سیاست میں فرق ہے چونکہ انسان اقتصادی اصول کے ذریعہ مال حاصل کر کے اسے خرچ تو کر سکتا ہے لیکن حکومتی معیار پر کسی بھی ملک کے مالی حالات کو بہتر بنانے کے لئے اقتصادی سیاست (اقتصادی تدابیر) کا جاننا بے حد ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ کس وقت کس مقدار میں کس جگہ پیسہ خرچ کیا جائے تاکہ حکومت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو سکے جس کے نتیجہ میں رعیت سے بے روزگاری کا خاتمہ ہو اور حکومت ترقی کے مراحل طے کرتی جائے۔

اقتصادی سیاست کے ذریعہ مختلف حکومتوں سے رابطہ اور ان سے تجارت کی راہیں ہموار کرنا ایک اہم امر ہے کہ جس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ کس ملک میں کونسی ایسی چیز کمیاب ہے کہ جسے دوسری حکومت مہیا کر کے حکومتی اقتصاد کو بہتری بخش سکتی ہے گرچہ اس کام میں حکومتوں میں رقابت پائی جاتی ہے لہذا اس صورت میں جن ممالک کی تدابیر میں زیادہ غور و فکر اور باریک بینی پائی جائے انہیں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے، گرچہ اس رقابت میں اکثر ممالک مکر و فریب اور جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں جس کے ذریعہ دوسروں کی حق تلفی بھی ہوتی ہے۔

اقتصاد کے معنی

عربی میں اقتصاد لفظِ قصد سے مشتق ہوا ہے کہ جس کے معنی میانہ روی کے ہیں لہذا مقتصد اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جو مال میں افراط و تفریط نہیں کرتا، اور اصطلاح میں مالی حالات کو بہتر بنانے کا نام اقتصاد ہے (هُوَ العَمَلُ عَلیٰ تَحْسِیْنِ الْحَالَۃِ المَادِّیَّۃِ)۔

چونکہ اسلام کی رو سے اللہ تبارک و تعالی نے کون و مکاں کو انسان کے لئے خلق فرمایا ہے لہذا اس دین میں ہر مسلمان کو اقتصادی آزادی عطا کی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جہاں کسی بھی جنس یا مال کی ملکیت کی بات آتی ہے تو اللہ تعالی نے مسلمانوں کو مختلف اشیاء پر عام و خاص طور پر ملکیت عطا کی ہے، یعنی کچھ ملکیتیں خاص ہیں اور کچھ تمام لوگوں کے لئے ہیں، ان دونوں ملکیتوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلنَّاسُ مُسَلَّطُوْنَ عَلیٰ اَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ

یعنی لوگوں کو اپنے جانوں اور مالوں پر اختیار حاصل ہے (بحار الانوار، جلد ۲ صفحہ ۲۷۲) اس حدیث شریف سے ملکیت خاصہ کی تائید ہوتی ہے اور اسی قسم کی دوسری حدیث میں حضورؐ نے فرمایا:

اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَکَاءُ فِیْ ثَلَاثٍ اَلْمَاءُ وَ الْکَلَأُ وَ النَّارُ

تمام مسلمان (اس دنیا میں) پانی، گھاس اور آگ کی ملکیت میں ایک دوسرے کے

شریک ہیں (بحار الانوار، جلد۶۳، ص۴۴۶)، اس حدیث سے ہمیں مشترک ملکیت کا ثبوت ملتا ہے۔

اسلامی حکومت میں اقتصادی اختیارات

اشیاء پر ملکیت کے پیش نظر اسلامی اقتصاد نے تمام مسلمانوں کو اختیار دے رکھا ہے کہ وہ اسلامی قوانین کی پابندی کے ساتھ املاک کی خرید و فروخت اور اسی طرح دیگر کاروباری امور انجام دیں اس شرط کے ساتھ کہ اس کاروبار میں کسی دوسرے فرد، گروہ یا حکومت کو کسی بھی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے، اور کسی ایسی جنس کی خرید و فروخت نہ ہو کہ جس کی حرمت شریعت اسلام میں وارد ہوئی ہے، لیکن اگر کسی اسلامی حکومت میں حرام اشیاء کی خرید و فروخت یا احتکار کے ذریعہ انبار خانوں میں جنس جمع کی جائے تاکہ بازار میں اجناس کی قیمتیں بڑھ جائیں تو اس صورت میں اسلامی اقتصاد کے قوانین کے مطابق حکومت ضروری اقدام کرکے تمام جرائم پر کنٹرول کرنے کا پورا اختیار رکھتی ہے، لہذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اقتصادی امور میں موازین شرعیہ کی لوگوں کو تعلیم دے اور اس ضمن میں معروف کی طرف ہدایت اور منکر سے دور رہنے کی ہدایات فراہم کی جائیں، تاکہ حکومت اسلامیہ میں توازن وتکامل کی راہیں ہموار ہوں اور کوئی کسی دوسرے کی حق تلفی نہ کرسکے۔

۔۲۔ قضائی سیاست

دین مبین اسلام میں قضاوت کے قوانین و ضوابط پر بڑی ہی باریک بینی سے کام لیا گیاہے تاکہ ظالم کو سزا ملے اور کسی مظلوم کا حق ضایع نہ ہو سکے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ

یعنی بیشک اللہ تمہیں عدل واحسان قائم کرنے کا حکم دیتا ہے (سورۂ نحل، آیت ۹۰)۔

اس آیت کی رو سے قضاوت میں عدالت سے مراد مندرجہ ذیل امور ہیں :

۱۔ فیصلہ کا عدالت کی بنیاد پر ہونا ۔۲۔ حق پر گواہی دینا ۔۳۔ ملزم کے ساتھ مساوات سے پیش آنا ۔۴۔ دفاع میں آزادی دینا ۔۵۔ بیان میں صراحت و صداقت کا ہونا ۔۶۔ جلد از جلد مسئلہ کو حل کرنا ۔۷۔ جرم کے ثابت ہونے تک ملزم کو مجرم نہ سمجھنا ۔۸۔ حکام اور عوام میں کسی قسم کے فرق کا قائل نہ ہونا۔۹۔ تفرقہ کے بجائے اتحاد و اتفاق کے لئے کوشش کرنا ۔۱۰۔ دیئے گئے کسی بھی حکم کے لئے ذمہ دار ہونا۔۱۱۔ جرم کے ثابت ہونے سے پہلے قصاص نہ کرنا۔ ۱۲۔ طرفین کو صلح کی طرف دعوت دینا۔

مساوات کے معنی

ملزم اور مدعی کو عربی میں خصمان کہتے ہیں، قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل امور میں ان دونوں کے درمیان مساوات و برابری سے پیش آئے:

۱۔ دیکھنے اور سلام کرنے میں مساوات ۔۲۔ گفتگو کرنے میں مساوات ۔۳۔ ملزم اور مدعی کے عدالت میں داخل ہونے کی اجازت میں مساوات ۔۴۔دونوں کے احترام میں مساوات ۔۵۔دونوں کو بٹھانے میں مساوات ۔۶۔ دونوں کی طرف توجہ و نگاہ کرنے میں مساوات ۔۷۔ دونوں کی باتیں سننے میں مساوات ۔۸۔ دونوں کو بولنے یا خاموش کروانے میں مساوات۔

ان تمام امور کے علاوہ مجموعی طور پر قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جب تک جرم ثابت نہ ہوجائے مدعی اور ملزم کے درمیان مجموعی طور پر مساوات کے ساتھ پیش آئے۔

قاضی کی شرائط

مذکورہ ملاحظات کے ساتھ ساتھ دین مبین اسلام میں قاضی کے لئے سخت ترین شرائط معین کی گئی ہیں تاکہ وہ کسی بھی فیصلہ میں خطاء سے محفوظ رہ سکے اور خواہشات نفسانی کی بنیاد پر فیصلہ نہ سنائے، لہذا ایک قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ۔۱۔ بالغ ۔۲۔ عاقل

۔۳۔ مومن ۔۴۔ عادل ۔۵۔ اور عالم ہو، اس مقام پر عالم ہونے سے مراد تمام قضاوتی علوم سے آگاہی کے ساتھ ساتھ قاضی کا مجتہد ہونا ہے تاکہ اجتہادی طور پر مستقل ہونے کے ساتھ خطاء سے محفوظ رہ سکے۔

۳۔ اعلامی سیاست (میڈیا اور اعلانی سیاست)

اعلانی سیاست کا وجود قدیم الایام اور عرصۂ دراز سے ہے جس کے ذریعے مختلف اقوام اپنے مذہب و عقائد اور اسی طرح کے دیگر امور کی نشر و ترویج کرتے ہیں، دین اسلام نے خطبوں، کتب، خط وکتابت اور مباحثات و مکالمات کے ذریعہ اس دین کو فروغ بخشا ہے جس کی بنیاد صداقت وحسن سلوک پر استوار کی گئی ہے، لیکن دور حاضر میں اعلانی ذرائع (جن میں میڈیا بنیادی کردار ادا کرتا ہے) کے ذریعہ حق کو باطل اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے، جبکہ میڈیا کا اصل مقصد لوگوں سے جہالت کو دور کرکے ان کے لئے سعادت کی راہیں ہموار کرنا ہے۔

آج کل اسی میڈیا کے ذریعہ لوگوں کو مشتعل کرکے قتل و غارتگری کے وسائل بھی مہیا کئے جاتے ہیں، جس کے ذریعہ حکومتوں کو گرایا جاتا ہے، اور وہ تمام باتیں نشر کی جاتی ہیں کہ جن سے سیاستدانوں اور ایجنسیوں کے مقاصد پورے ہوتے ہیں۔

۴۔ داخلی سیاست

داخلی سیاست سے مراد ان امور کی تدبیر ہے کہ جن کا تعلق ملک کے داخلی نظام سے ہوتا ہے، جن کے ذریعہ لوگوں اور شہروں کی ترقی کی راہیں ہموار کی جاتی ہیں داخلی سیاست میں مندرجہ ذیل امور کے لئے قوانین وضع کئے جاتے ہیں:

۱۔ نظام کی نوعیت ۔۲۔آزادی اور اس کی حدود ۔۳۔ انتخابات ۔۴۔ امن و امان ۔۵۔ مختلف احزاب ۔۶۔ اقلیتی ادیان کے پیروکار۔۷۔ تعلیم و تربیت ۔۸۔روزگار۔۹۔ بیت المال سے غریبوں کی امداد۔۱۰۔عادات وتقالید۔

مذکورہ تمام امور کے قوانین اور ان کے نفاذ کرنے میں عدل و انصاف اور مساواست و برابری کی رعایت کرنا بیحد ضروری ہے۔

۱۔ نظام کی نوعیت

جیساکہ پہلے بیان ہوچکا کہ کسی بھی حکومت کے چار ارکان ہیں کہ جنہیں ۱۔ نظام ۔۲۔اقتدار ۔۳۔ انسان ۔۴۔زمین، کہا جاتا ہے، لہذا حکومت کو چلانے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے قانون وضع کئے جائیں تاکہ اعلانی سیاست کے ذریعہ ان قوانین کو لوگوں تک پنچایا جائے جس کے بعد قضائی سیاست کے ذریعہ ان قوانین کو نافذ کیا جاتا ہے، لہذا کسی بھی نظام

حکومت میں تشریع (قانون سازی) کے بعد اعلان، پھر قضائی سیاست کے ذریعہ ان قوانین کو نافذ کیا جاتا ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حکومتِ اسلامی میں قانون بنانے کا حق صرف اللہ تبارک و تعالی کی ذات کو حاصل ہے جبکہ احادیث معصومین علیہم السلام قانون الٰہی کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں اور مراجع کرام کے فتاوی بھی بنیادی طور پر قرآن واحادیث معصومین علیہم السلام سے اخذ کئے جاتے ہیں، لہذا جس وقت پیغمبرؐ اور معصوم ائمہؑ موجود نہ ہوں تو اس صورت میں عادل و پرہیز گار فقہاء و مجتہدین اسلامی حکومت میں اسلامی قوانین کے وضع اور بیان وتشریح کے ذمہ دار ہیں، اور ان کے بیان کردہ قوانین کو نافذ کرنے کی ذمہ داری حکومت کے ارکان اور وزراء پر عائد ہوتی ہے۔

اگرچہ وزراء کا قانون کو نافذ کرنا ایک نیا طریقہ کار نہیں ہے بلکہ قدیم ایام سے بادشاہ کے وضع کئے گئے قوانین وزیر ہی کے ذریعہ نافذ کئے جاتے تھے، بس فرق اتنا ہے کہ کل بادشاہی نظام میں بادشاہ کی جانب سے صرف ایک وزیر ہوا کرتا تھا لیکن آج ڈموکراسی نظام میں عوامی نمائندوں کی ایک تعداد اسلامی قوانین کو ملک بھر میں نافذ کرتی ہے۔

۲۔ آزادی اور اس کے حدود

داخلی سیاست میں آزادی اور اس کے حدود کے لئے قوانین کا وضع کرنا ایک اہم پہلو

ہے، گرچہ آزادی کی مختلف تعریفیں پیش کی گئی ہیں لیکن دین مبین اسلام میں آزادی سے مراد وہ فکر و عمل ہے کہ جس میں کسی قسم کا جبر واکراہ نہ ہو، اس تعریف کے پیش نظر آزادی کی مندرجہ ذیل اقسام قابل غور ہیں:

۱۔ عقیدہ و فکر میں آزادی ۔۲۔ رائے میں آزادی ۔۳۔ سیاست میں آزادی ۔۴۔ تعمیرات میں آزادی ۔۵۔ اقتصادی آزادی ۔۶۔ شخصی آزادی

۱۔ عقیدہ و فکر میں آزادی:

اللہ تبارک و تعالی نے انسان کو ابتدائے خلقت سے عقلی اور فکری آزادی سے نوازا ہے جس کے نتیجہ میں وہ کسی بھی قسم کا اعتقاد رکھ سکتا ہے اسی لئے باری تعالی نے دین اسلام کے قبول کرنے میں پوری آزادی دے رکھی ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لا اکراہ فی الدین

یعنی دین اسلام کے قبول کرنے میں کسی بھی قسم کا جبر نہیں ہے (بقرہ آیت ۲۵۶)، اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا:

فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ

جو چاہے مومن ہو جائے اور جو چاہے کفر اختیار کرلے (کہف، آیت ۲۹)

البتہ اس آزادی میں فردی پہلو کی طرف اشارہ ہے جس میں کچھ شرط و شروط بھی پائے جاتے ہیں، مثال کے طور پر اسلامی نقطۂ نظر سے اگر کوئی کفر سے دین مسیحیت اختیار کرلے

تو چونکہ یہ تبدیلی ادنی (کمتری) سے اعلیٰ (بہتری) کی طرف ہے لہذا اسے اسلام نے مستحسن قرار دیا ہے لیکن اگر کوئی شخص اسلام سے کفر یعنی اعلی سے ادنی کی طرف جانا چاہے تو اسے اس بات کی اجازت نہیں دی گئی ہے جوکہ ارتداد کے زمرے میں آتا ہے، جبکہ دین اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے تمام مسلمان فردی طور پر اسلامی قوانین کی پابندی کرنے یا نہ کرنے میں مختار ہیں، اس معنی میں کہ اگر اطاعت کریں گے تو ثواب کے حقدار ہونگے وگرنہ عذاب الٰہی ان کی سزا قرار پائے گی ۔

۲۔ رائے میں آزادی

عقیدہ و فکر میں آزادی کے ساتھ ساتھ انسان کو اپنی رائے قائم کرنے کا پورا اختیار حاصل ہے، چونکہ ہر مفکر کی اپنی ایک رائے ہوتی ہے لہذا عربی زبان میں ایک کہاوت ہے کہ لَا رَأیَ لِمَنْ لَا فِکْرَ لَہ یعنی جس کے پاس فکر کرنے کی صلاحیت نہ ہو وہ صاحب رائے نہیں ہو سکتا، لیکن چونکہ ہر قسم کی آزادی میں کچھ شرط و شروط ہیں لہذا کسی بھی رائے کے قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ رائے مندرجہ ذیل قوانین کی تابع ہو:

۱۔ رائے امر بالمعروف و نھی عن المنکر کی بنیاد پر ہو، تاکہ کسی بھی فرد یا معاشرہ کو نقصان نہ پہنچے ۔

۲۔ رائے قائم کرنے میں عہد اور وعدوں کی خلاف ورزی نہ کی جائے، خواہ وہ عہد کسی فرد کے ساتھ ہو یا کسی ملک کے ساتھ۔

۳۔ رائے قائم کرنے میں کسی اور کی رائے سے آزادی سلب نہ کی جائے، خواہ وہ ایک فرد ہو یا ایک گروہ ہو یا پھر ایک معاشرہ۔

۴۔ جس چیز میں رائے قائم کی جائے اس فن میں رائے قائم کرنے والا صاحب تجربہ ہو تاکہ اس کی رائے کی وجہ سے معاشرہ جہالت کی تاریکیوں کے سپرد نہ ہوجائے۔

۵۔ کسی بھی رائے کو تدریجی طور پر پیش کیا جائے اور اس کی نشر و اشاعت میں صبر و تحمل اور نرمی و آسانی سے کام لیا جائے تاکہ اس کے مفید اثرات مرتب ہوں، اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے حضورؐ کو حکم فرمایا:

وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

(اے رسولؐ) آپ ان سے اس طریقہ سے بحث کریں جو بہترین طریقہ ہے، (نحل آیت ۱۲۵)۔

۳۔ سیاست میں آزادی

ہر باصلاحیت و تجربہ کار انسان یا گروہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ سیاسی احزاب میں شرکت کرے یا خود سیاسی جماعت کو تشکیل دے تاکہ اس ذریعے سے امور مملکت و حکومت کی خدمت ہو۔

سیاست میں شریک ہونے والے افراد کے لئے ضروری ہے کہ وہ عالم، عاقل، تجربہ کار اور مدبر ہوں تاکہ ان کی تدابیر کے ذریعہ حکومت و عوام ترقی کے مراحل طے

کر سکیں، لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو محض ذاتی مفادات کے پیش نظر سیاست میں شرکت کرتے ہیں ایسے افراد کو ہر ممکن طور پر سیاست میں وارد ہونے سے روکنا ضروری ہے، اسی لئے ہر ملک کے لئے لازم ہے کہ وہ سیاست میں وارد ہونے والے شخص کی صلاحیتوں کا جائزہ لے تاکہ سیاسی قوانین کے تحت اس کی صلاحیت یا عدم صلاحیت ثابت ہو سکے۔

۴۔ تعمیرات میں آزادی

کسی بھی مملکت میں معاشرہ کے ہر فرد کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اور اہل خانہ کے لئے محنت و کوشش کے ذریعہ گھر تعمیر کرے اور اس کوشش وتلاش کی اسلام نے سفارش بھی کی ہے بلکہ بے شمار روایات کی رو سے جو شخص اہل و عیال کی ضرورت کو پورا کرتے ہوئے زحمت و مشقت اٹھائے اس کے لئے اجر عظیم کا وعدہ بھی کیا گیا ہے، اس ضمن میں قرآن مجید کی بعض آیات قابل ملاحظہ ہیں:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اللہ کی مسجدوں کو صرف وہ لوگ آباد کرتے ہیں جن کا ایمان اللہ اور روز آخرت پر ہے (سورۂ توبہ، آیت ۱۸)، اس آیۂ مبارکہ میں مساجد کی تعمیرات کی طرف اشارہ ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا

اور ہم نے موسی اور ان کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ

(سورۂ یونس آیت ۸۷)، اس آیت میں ہمیں گھر کی تعمیر کا حکم ملتا ہے۔

وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

اور زمین میں اس طرح تمہیں بسایا کہ تم ہموار زمینوں میں قصر بناتے تھے اور پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر گھر بناتے تھے تو اب اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو (سورۂ اعراف آیت ۷۴)۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالی نے تعمیرات کی اجازت اور اس کے عوض اللہ کا شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

۵۔ اقتصادی آزادی

اقتصادی آزادی سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان اپنے ذاتی مال اور سرمایہ میں تصرف کر سکتا ہے کہ جس کے نتیجہ میں اسے منفعت حاصل ہو، چاہے اس سرمایہ کا تعلق مال سے ہو یا املاک سے، معدنیات سے ہو یا حیوانات سے، زراعت سے ہو یا صناعت سے، ہر قسم کے سرمایہ کے ذریعہ تجارت کرنے میں اسے آزادی دی گئی ہے۔

سرمایہ گذاری اور تجارت میں آزادی کے ساتھ ساتھ کچھ ضوابط بھی معین کئے گئے ہیں تاکہ اس آزادی کے ذریعہ کسی اور کا حق ضائع نہ کیا جائے، گرچہ تجارت ایک ایسا عنوان ہے کہ جس پر فقہی کتب میں بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے، تمام

علمائے متقدمین و متاخرین میں سے ہر ایک مجتہد نے تجارت کے قوانین و ضوابط پر روشنی ڈالی ہے کہ جنہیں معاملات کے عنوان کے تحت بیان کیا جاتا ہے، لہذا ہر تاجر کے لئے سرمایہ گذاری سے پہلے ان قوانین کا جاننا بیحد ضروری ہے۔

تجارت سے متعلق چند ایک اخلاقی و دینی پہلو یہ ہیں:

۱۔ تجارت و سرمایہ گذاری میں رزق حلال کی تلاش ہونی چاہیئے چونکہ اللہ تعالی نے ہر انسان کے لئے حلال رزق معین فرمایا ہے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا

بے شک ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت و بزرگی دی ہے اور ہم نے انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا (سواریاں دیں) پاک و پاکیزہ چیزوں سے روزی دی اور انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔ (اسراء، آیت ۷۰)۔

۲۔ سرمایہ سے ان اشیاء کی خرید و فروخت نہ کی جائے کہ جن کی حرمت اسلام میں وارد ہوئی ہے، جیسے شراب، منشیات، غیر قانونی اسلحہ کا کاروبار کہ جس سے معاشرہ میں فساد و تباہی کے اسباب مہیا ہوتے ہیں۔

۳۔ مال دنیا میں تصرف اور منفعت کے حصول میں انسان اس قدر محو نہ ہوجائے کہ وہ مال ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے جس کے نتیجہ میں وہ والدین، زوجہ، اولاد، اقرباء کے فرائض ادا نہ

کرے، اسلامی نقطۂ نظر سے مال و منفعت کے ذریعہ رشتوں اور قرابتداریوں سے قربت اور ان کے فرائض کی ادائیگی یقینی ہونی چاہیئے۔

٦۔ شخصی آزادی

اسلامی قوانین کے تحت ہر شخص کو گھر، لباس، غذا، زوجہ جیسے شخصی امور میں پورا اختیار دیا گیا ہے یعنی وہ جہاں چاہے زندگی گزار سکتا ہے، جو چاہے پہن سکتا ہے، جو چاہے کھا اور پی سکتا ہے، جس عورت کے ساتھ چاہے عقد کر سکتا ہے، جسے چاہے دوست بنا سکتا ہے، جسے چاہے استاد کی شکل میں قبول کر سکتا ہے، اور جو شغل وپیشہ چاہے اختیار کر سکتا ہے، لیکن چونکہ انسان اپنے امور میں بصیرت نہیں رکھتا اسی لئے اللہ تعالی نے پیغمبروں اور اوصیاء کو بھیجا تاکہ وہ ان امور میں اس کی رہنمائی کریں، اس ضمن میں حضرت احدیت نے قرآن مجید میں فرمایا:

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ

یقینا یہ قرآن اس راستہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ مضبوط ہے (اسراء، آیت ۹)۔

٣۔ انتخابات

داخلی سیاست میں انتخابات وہ تیسرا امر ہے کہ جس کے متعلق حکومت قوانین وضع کرتی

ہے، انتخاب کے معنی افضل کو اختیار کرنے کے ہیں، لہذا انتخابات میں اس شخص کو منتخب کیا جاتا ہے کہ جو ہر جہت سے دوسروں کی نسبت حکومت کرنے کے لئے مفید ہو۔

دور حاضر میں موجود انتخابات کی صورت ہمیں گذشتہ ادوار میں نظر نہیں آتی، چونکہ اب تک یا توالٰہی قیادت کا تصور تھا یا پھر بادشاہت کا، گرچہ اسلامی نقطۂ نظر سے انتخابات کی تائید حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے دور سے ملتی ہے اس وقت کہ جب اہل مدینہ نے امام عالی مقام کی قیادت پر اجماع کیا اور مولا علی علیہ السلام نے باوجود اس کے کہ آپ اللہ کی جانب سے (منصوص) امام تھے لیکن آپ نے لوگوں کے اجماع کو خاص شرائط کے تحت قبول فرمایا، جس سے ہمیں یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ غیبت امام میں اہل حل عقد اور مراجع کرام کی تائید کے ساتھ اسلامی اصول و مبانی پر کسی عادل حکمراں کو منتخب کیا جا سکتا ہے تاکہ وہ فقہاء کے زیر نظر اسلامی قوانین کو حکومت میں نافذ کرے۔

حقوق و سیاست

عربی زبان میں حق اس واقعی امر کو کہتے ہیں کہ جس کی صحت سے عقل و ضمیر کو انکار نہیں ہو سکتا، اسی لئے مطلق حق اللہ تبارک و تعالی کی ذات ہے، کہ جس کے وجود سے عقلِ سلیم انکار نہیں کر سکتی، اسی طرح حق کے دوسرے معنی ثابت ہونے کے ہیں جیسے یہ کہا جائے کہ یہ فلاں کا حق ہے یعنی یہ ثابت ہے کہ یہ چیز فلاں شخص کے لئے ہے، لہذا اصطلاح تشریع میں حق اس قانون کو کہتے ہیں کہ جو کسی شخص، گروہ یا معاشرہ کے حق میں یا

اس کی مخالفت میں ثابت ہو، تاکہ اس ذریعہ سے معاشرہ میں نظم و ضبط قائم کیا جائے ۔

سیاست (یعنی تدبیر) کے بھی چند ایک قوانین و اصول ہیں کہ جنہیں حقوقِ سیاست کہا جاتا ہے تاکہ ان قوانین کے تحت جب سیاست کی جائے تو کسی کا حق ضایع نہ ہو ، چونکہ سیاست (تدبیر) مختلف امور سے تعلق رکھتی لہذا حقوق سیاست (قوانین سیاست) بھی ہر عنوان کے ساتھ تبدیل ہوتے ہیں ۔

تاریخ اسلام میں قرآن مجید کے بعد سب سے پہلی حقوق پر لکھی جانے والی کتاب رسالۂ حقوق امام سجاد علیہ السلام ہے کہ جس میں آپ نے ۵۰ حقوق کی طرف اشارہ فرمایا ہے، امام سجاد علیہ السلام نے جن امور کے متعلق حقوق (قانون) بیان کئے وہ یہ ہیں :

۱۔ اللہ کا حق ۔۲۔ نفس کا حق ۔۳۔ زبان کا حق ۔۴۔ کان کا حق ۔۵۔ آنکھ کا حق ۔۶۔ پیروں کا حق ۔۷۔ ہاتھوں کا حق ۔۸۔پیٹ کا حق ۔۹۔ شرمگاہ کا حق ۔۱۰۔ نماز کا حق ۔۱۱۔ روزے کا حق ۔۱۲۔صدقہ کا حق ۔۱۳۔ قربانی کا حق ۔۱۴۔ سیاسی رہبر کا حق ۔۱۵۔ استاد کا حق ۔۱۶۔ مالک کا حق ۔۱۷۔رعیت کا حق ۔۱۸۔ جاہل کا عالم پر حق ۔۱۹۔ عورت کا مرد پر حق ۔۲۰۔ مملوک (خدمتگزار) کا حق ۔۲۱۔ ماں کا حق ۔۲۲۔باپ کا حق ۔۲۳۔ بیٹے کا باپ پر حق ۔۲۴۔ بھائی کا حق ۔۲۵۔ محسن (احسان کرنے والے) کا حق ۔۲۶۔ آزاد کردہ (جسے آزاد کیا ہے اس) کا حق ۔۲۷۔ اس شخص کا حق کہ جس نے تیرے حق میں کسی بھی قسم کی

نیکی کی ہے ۔۲۸۔ مؤذن کا حق ۔۲۹۔ امام جماعت کا حق ۔۳۰۔ ہمنشین کا حق ۔۳۱۔ ہمسایہ کا حق ۔۳۲۔ ہم صحبت کا حق ۔۳۳۔ شریک کا حق ۔۳۴۔ مال کا حق ۔۳۵۔ طلبکار (قرض دینے والے) کا حق ۔۳۶۔ ساتھ معاشرت کرنے والے کا حق ۔۳۷۔ مدعی (دعوا کرنے والے) کا حق ۔۳۸۔ مدعیٰ علیہ (جس پر دعوی کیا گیا ہے) کا حق ۔۳۹۔ مشورہ کرنے والے کا حق ۔۴۰۔ مشورہ دینے والے کا حق ۔۴۱۔ جسے نصیحت کی جائے اس کا حق ۔۴۱۔ نصیحت کرنے والے کا حق ۔۴۲۔ بڑوں کا حق ۔۴۳۔ چھوٹوں کا حق ۔۴۵۔ سائل (مدد مانگنے والے) کا حق ۔۴۶۔ جس سے مدد مانگی جائے اس کا حق ۔۴۷۔ خوش کرنے والے کا حق ۔۴۸۔ اس شخص کا حق کہ جس سے نقصان پہنچا ہے ۔۴۹۔ تمام مسلمانوں کا حق ۔۵۰۔ کافر ذمی کا حق (اس کافر کا حق کہ جو اسلامی حکومت میں جزیہ دے کر زندگی بسر کرتا ہے اور مسلمانوں سے حالت جنگ میں نہیں ہے)۔

یہ وہ تمام حقوق ہیں کہ جن کی تفصیل امام سجاد علیہ السلام نے رسالۂ حقوق میں بیان فرمائی ہے، بنیادی طور پر اسلامی نقطۂ نظر سے کسی بھی قسم کی سیاست میں مذکورہ امور سے مربوط حقوق کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، بہ الفاظ دیگر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہر سیاست کی بنیاد ان کے متعلق بیان کردہ حقوق کی بنیاد پر ہونی چاہیئے۔

۴۔ امن وامان (سیکیورٹی)

داخلی سیاست کا ایک اہم رکن امن و امان ہے، جس کا پورے ملک میں نافذ ہونا بیحد

ضروری ہے، گرچہ بعض وقت امن وامان کے دعویداروں کی اس سے مراد کسی خاص قوم و قبیلے کا تحفظ ہوتی ہے، لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ کسی بھی ملک میں بغیر کسی نژادی، قومی یا رنگی تفریق کے ہر ایک کو امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا پورا حق حاصل ہے، لیکن کچھ عوامل ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے ناامنی وجود میں آتی ہے وہ وہ چند ایک عوامل یہ ہیں:

۱۔ حکمرانوں کا رعیت پر ظلم و ستم کرنا:

ظالم حکمرانوں کا رعایا پر ظلم و ستم ایک ایسی بنیادی وجہ ہیں کہ جس کے ذریعہ حکومت میں ناامنی اور قتل و غارتگری کے وسائل فراہم ہوتے ہیں۔

۲۔ عوام الناس میں دین ومذہب کا فقدان:

کسی بھی حکومت میں لوگوں کا بے دین ہونا جرائم و ناامنی کا سبب بنتا ہے، چونکہ جس جگہ لوگ اللہ و رسول، قیامت اور جزاو سزا پر اعتقاد نہ رکھتے ہوں وہاں وہ اپنے مفادات کے حصول کے لئے کوئی بھی حد پار کرسکتے ہیں، لہذا بے دینی ناامنی کا ایک اہم سبب ہے۔

۳۔ حکومت میں عوام الناس کا فقیر و تنگدست ہونا:

فقر ایک ایسا عنصر ہے کہ جس کی وجہ سے جرائم میں اضافہ ہوتا ہے اسی لئے دین مبین اسلام میں فقر کو مٹانے کی بڑی تاکید کی گئی ہے اور بعض روایات کے مطابق فقر ایسی

حالت ہے کہ جو انسان کو کفر تک لے جاتی ہے اس ضمن میں رسول اکرم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا

یعنی فقر انسان کو کفر تک پہنچا سکتا، بالخصوص اس وقت کہ جب انسان کا ایمان ضعیف ہو۔

۴۔ نا امنی کا چوتھا عامل عوام الناس کا جاہل ہونا ہے:

کسی بھی قوم میں جہالت کی فراوانی سے نا امنی اور قتل و غارتگری کے وسائل فراہم ہوتے ہیں، اس کی واضح مثال حضورؐ کی بعثت سے قبل عرب کی جاہلیت کا دور ہے کہ جہاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر سالہا سال ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے برسرپیکار رہتا تھا، اس دور میں جاہلیت اس معیار پر پہنچ چکی تھی کہ لوگ اپنی نومولود لڑکیوں کو زندہ درگور کردینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے، اسی لئے کہا جاتا ہے اَلْجَهْلُ عَدُوُّ الْاِنْسَانِ یعنی جہالت انسان اور انسانیت کا دشمن ہے۔

۵۔ حکومت میں لوگوں کو تحت فشار رکھنا:

عوام الناس پر کسی بھی قسم کا دباؤ نا امنی کے حالات کو جنم دینا ہے، گرچہ کچھ عرصہ تک لوگ سختیوں کو برداشت کرتے ہیں لیکن ایک مدت کے بعد جب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوجاتا ہے تو وہ انتقام جوئی میں کسی بھی حد کو پار کر جاتے ہیں، لہذا حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کو مختلف تدابیر کے ذریعہ آسائش فراہم کرے تاکہ حکومت میں امن و امان

قائم رہے۔

۶۔ ظالموں کو کیفر کردار تک نہ پہنچانا:

ظالموں کو احکامات و قوانین کے تحت جلد از جلد سزا دینی چاہیئے تاکہ وہ دوسروں کے لئے عبرت ہوں اور اس ذریعے سے ناامنی کے ذرائع پر کنٹرول کیا جا سکے، یہ بات قابل غور ہے کہ جب تک کسی حکومت میں ظالم کو سزا نہ دی جائے امن وامان کے وسائل فراہم نہیں ہوتے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اے صاحبانِ عقل! تمہارے لئے قصاص یعنی جان کے بدلے جان والے قانون میں زندگی ہے تاکہ تم (خون ریزی سے) بچتے رہو۔ (بقرہ، آیت ۱۷۹)۔

یہ سارے عوامل وہ ہیں کہ جن کے ذریعہ کسی بھی حکومت میں نا امنی وجود میں آسکتی ہے، لہذا حکمرانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا پر زور و زبردستی، ظلم و جور کے بجائے انہیں ذاتی امور میں آزادی دیں، اور ایمان و اجتماعی عدالت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فروغ کے ساتھ ان میں خوف خدا پیدا کیا جائے۔

۵۔ مختلف احزاب

ملک کی داخلی سیاست میں مختلف احزاب کا وجود کسی بھی قوم کی بیداری کی دلیل ہے، یعنی بیدار قوم ہی مختلف عوامل کے پیش نظر (قطع نظر اس کے کہ وہ عوامل درست ہوں یا

غلط) اپنے حقوق کے لئے حکمرانوں پر اعتراض کرتی ہے جس کے نتیجہ میں ہر ملک میں مختلف سیاسی احزاب (سیاسی گروہ) وجود میں آتے ہیں، بعض اوقات احزاب کے وجود میں آنے کی وجہ حاکمان وقت کا نااہل یا لوگوں سے کئے گئے وعدوں کا پورا نہ کرنا ہے، اس صورت میں حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے وہ تمام کے اعتراضات کو سنے اور اپنے وعدوں کو عملی جامہ پہنائے۔

سیاسی احزاب کے وجود میں آنے کے چند عوامل یہ ہیں:

۱۔ حکمرانوں کا ظالم و جابر ہونا۔

۲۔ رعایا کی مشکلات کو برطرف نہ کرنا۔

۳۔ معاشرہ میں عدالت وانصاف کا نہ ہونا۔

۴۔ حاکم کا کسی اور ملک سے تعلق رکھنا جس کے ذریعہ حاکم و رعایا میں اجنبیت کا ماحول پیدا ہو جائے۔

۵۔ حاکم کا کسی اور مذہب و دین سے تعلق رکھنا۔

۶۔ ایک ہی حکومت میں مختلف مذاہب کا پایا جانا۔

۷۔ امن وامان کا نہ ہونا۔

۶۔ اقلیتی ادیان کے پیرو کار

داخلی سیاست میں سے ایک مسئلہ اقلیتی ادیان کے ماننے والوں کا تحفظ ہے، چونکہ

اسلامی ممالک میں کچھ ایسے افراد بھی زندگی بسر کرتے ہیں کہ جن کا تعلق کسی دوسرے دین سے ہوتا ہے، ایسے افراد کو دین اسلام کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا چونکہ اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے چونکہ ہدایت گمراہی سے الگ واضح ہو چکی ہے (بقرہ، آیت ۲۵۶)۔

لہذا وہ شخص کہ جو ۔۱۔ اسلامی حکومت میں کوئی ایسا کام انجام نہ دے کہ جو امن وامان کے منافی ہو ۔۲۔ عمومی قوانین کا لحاظ کرے ۔۳۔ اور جزیہ [1] دے اسے ذمی کافر کہا جاتا ہے جسے اسلامی حکومت میں رہنے کی پوری اجازت ہے اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی حفاظت وامن وامان کے وسائل فراہم کرے، اس ضمن نے حضورؐ نے فرمایا ہے: مَنْ آذیٰ ذِمِّیًّا فَاَنَا خَصْمُه [2] جو کسی ذمی کافر کو اذیت پہنچائے میں قیامت میں اس کا دشمن ہوں۔

[1]- مسلمان خمس وزکوۃ اور غیر مسلم جزیہ دیتے ہیں۔

[2]- فتوح البلدان ص ۱۶۷، الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد ۶ ص ۷۱۹۔

۷۔ تعلیم وتربیت:

داخلی سیاست کا ایک اہم عنصر تعلیم وتربیت ہے، لہذا ہر حکومت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا کو جہل و جاہلیت کی تاریکی سے نکال کر نور علم سے مزین کرے، اسی تعلیم و تربیت کے لئے اللہ تبارک وتعالی نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو بھیجا اس ضمن میں باری تعالی کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

وہ (اللہ) وہی ہے جس نے اُمی قوم میں انہیں میں سے ایک رسول (ص) بھیجا جو ان کو اس (اللہ) کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاکیزہ بناتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے (جمعہ، آیت ۲)۔ مذکورہ آیت میں تعلیم (وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ) کا تذکرہ بعد میں اور تربیت (وَيُزَكِّيهِمْ) کا ذکر پہلے ہے جس سے تربیت و تعلیم دونوں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، دین مبین اسلام میں صرف تعلیم ہی کافی نہیں ہے بلکہ تعلیم کے ساتھ ساتھ با ادب و با اخلاق ہونا بھی ضروری ہے، چونکہ بہت سے پڑھے لکھے لوگ تربیت یافتہ نہ ہونے کی وجہ سے گمراہی میں مبتلاء ہیں، لہذا بے عمل و بد اخلاق عالم سے زیادہ با عمل اور با اخلاق عالم کا اللہ و رسول

اور لوگوں کی نگاہ میں احترام ہے، اس بنیادی معیار کے پیش نظر ہر صنف سے مربوط دانشوروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم کے ساتھ ساتھ اخلاق وآداب اسلامی سے مزین ہوں تاکہ ان کے علوم کے مفید اثرات آیندہ آنے والی نسلوں پر باقی رہ جائیں۔

۸۔ روزگار

داخلی سیاست کا آٹھواں رکن روزگار ہے، لہذا ہر حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام الناس کے لئے روزگار کے وسائل فراہم کرے، دین مبین اسلام میں اہل و عیال کی لئے رزق حلال کی تلاش کو عبادت قرار دیا گیا ہے اس ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْعِبَادَةُ عَشَرَةُ اَجْزَاءٍ تِسْعَةُ اَجْزَاءٍ فِیْ طَلَبِ الْحَلَالِ

عبادت کے دس جزو ہیں اور نو جزو کسب حلال میں ہیں (مستدرک وسائل الشیعۃ، جلد ۲، ص ۴۱۵، حدیث:۶)، اسی طرح ایک اور حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا:

اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ کَسْبُ الْحَلَالِ

بہترین عمل حلال روزی کے لئے محنت و کوشش کرنا ہے (کنز العمال جلد ۴، ص ۸، شمارۂ حدیث ۹۲۲۱)، امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلْکَادُّ عَلیٰ عِیَالِه کَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ

یعنی جو شخص اہل و عیال کے لئے محنت و کوشش کرتا ہے اس کی مثال مجاہد فی سبیل اللہ کی ہے (الکافی، جلد ۵، ص ۸۸)، لہذا روزگار کے سلسلہ میں اس اہمیت کے پیش نظر

صاحب عمل (کام دینے والا) اور عامل (کام کرنے والے) کے لئے کچھ قوانین مرتب کئے گئے ہیں جو کچھ اس طرح سے ہیں:

۱۔ صاحب عمل (کام دینے والا)) اور عامل (کام کرنے والے) کے درمیان کام اور اجرت کے سلسلہ میں معاہدہ مرتب ہونا چاہیئے تاکہ دونوں میں سے کسی کا حق ضائع نہ ہو، اور عامل(کام کرنے والے) کو بر وقت اجرت مل جائے، اجرت کے سلسلہ میں اسلام میں بڑی تاکید کی گئی ہے، امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَا یَجُفُّ عِرْقُه حَتّٰی تُعْطِیَه اُجْرَتَه

یعنی عامل(کام کرنے والے) کی اجرت اس کے پسینہ سوکھنے سے پہلے اسے دے دی جائے (کافی، جلد ۵، ص ۲۸۹)، لہذا اگر کسی کی اجرت میں تاخیر ہو یا اجرت نہ دی جائے تو اللہ تبارک وتعالی اس شخص کو معاف نہیں فرماتا لہذا اجرتوں کے غصب کرنے والوں کے لئے سخت سزا معین کی گئی ہے، رسولؐ گرامی قدر اس ضمن میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اللهَ غَافِرُ کُلِّ ذَنْبٍ اِلَّا مَنْ اَحْدَثَ دِیْنًا، اَوْ اِغْتَصَبَ اَجِیْرًا اَجْرَہ، وَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا

اللہ تبارک وتعالی تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے، لیکن وہ اس شخص کو نہیں بخشتا کہ جو نیا دین قائم کرے، یا عامل(کام کرنے والے) کی اجرت کو غصب کرے، یا کسی آزاد مرد کو خرید کر غلام بنائے (وسائل الشیعہ، جلد ۱۹ صفحہ ۱۰۸)۔

۲۔ عامل (کام کرنے والے) کو اجازت دی جائے تاکہ وہ دینی فرائض ادا کر سکے، چونکہ

صاحب عمل (کام دینے والا) کا عامل کو عبادات سے روکنا گناہ کبیرہ ہے، اس ضمن میں رسولؐ گرامی قدر فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَأجَرَ اَجِیْرا ثُمَّ حَبَسَهُ عَنِ الْجُمُعَةِ یَبُوْءُ بِاِثْمِه، وَ اِنْ کَانَ هُوَ لَمْ یَحْبِسْهُ اِشْتَرَکَا فِی الْاَجْرِ

اگر صاحب عمل عامل کو نماز جمعہ کی ادائیگی سے روکے تو وہ مستحق عذاب قرار پائے گا اور اگر نماز کی اجازت دے دے تو عامل کے ساتھ ساتھ اسے بھی اجر دیا جائے گا (کافی، جلد اول، ص ۴۱۲)۔

۳۔ عامل کے ساتھ کسی بھی قسم کا دھوکا نہ کیا جائے، اور نہ ہی اس سے کوئی ایسا کام کروایا جائے کہ جس میں دین مبین اسلام کے احکامات کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔

۴۔ صاحب عمل (کام دینے والا) اور عامل (کام کرنے والے) کے درمیان قرار داد تحریری صورت میں مرتب کی جائے،چونکہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ

اے ایمان والو جب بھی آپس میں ایک مقررہ مدت کے لئے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور تمہارے درمیان کوئی بھی کاتب لکھے لیکن انصاف کے ساتھ لکھے (بقرہ، آیت ۲۸۲)۔

۵۔ اگر عامل (کام کرنے والا) کام میں مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ امین بھی ہو اور اس

سے کام کے دوران صاحب عمل کو نقصان پہنچ جائے تو اس صورت میں وہ ذمہ دار نہیں ہے، چونکہ جب کسی شخص نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر کوئی اونٹوں کے تاجر کو اجرت پر لے تاکہ وہ اس کے مال کو اونٹوں پر لاد کر ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل کرے اور اس دوران مالک کی اشیاء ٹوٹ یا جل جائیں تو کیا اس صورت میں عامل ضائع شدہ اشیاء کا ذمہ دار ہے؟ اس سوال کے جواب میں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

عَلیٰ نَحْوٍ مِنَ الْعَامِلِ اِنْ کَانَ مَأْمُوْنًا فَلَیْسَ عَلَیْهِ شَیْءٌ وَ اِنْ کَانَ غَیْرَ مَأْمُوْنٍ فَهُوَ ضَامِنٌ

یعنی اگر عامل امین ہو اور وہ دیانت کے ساتھ کام کرے اور اس دوران صاحب مال کی کوئی چیز ضائع ہو جائے تو وہ ذمہ دار نہیں ہے لیکن اگر وہ امین نہ ہو اور لاپرواہی کے ساتھ کام کرے تو اس صورت میں وہ کسی بھی وارد ہونے والے نقصان کا ذمہ دار ہوگا (من لایحضرہ الفقیہ، جلد ۲ ص ۸۵)۔

۹۔ بیت المال سے غریبوں کی امداد

داخلی سیاست کا ایک اہم رکن بیت المال سے غریبوں کی امداد ہے، دین مبین اسلام میں فقر و تنگدستی کو دور کرنے کے لئے بڑی تاکید کی گئی ہے چونکہ فقر و تنگدستی انسان کو کفر تک لے جاتی ہے، اس مسئلہ کے حل کے لئے اسلامی حکومتوں میں جن اموال کو جمع کیا جاتا ہے ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ زکات ۔۲۔ زکات فطرہ ۔۳۔ خمس ۔۴۔ کفارات ۔۵۔اوقاف ۔۶۔ نذور ۔۷۔ وصایا (یعنی وہ مال کہ جو وصیت کے ذریعہ بیت المال میں وارد ہو) ۔۸۔ گمشدہ مال کہ جو حکومت کو مل جائے ۔۹۔ قربانی ۔۱۰۔ مظالم (دیت و غیرہ) ۔۱۱۔ تبرعات (ہدایا) ۔۱۲۔ حرام مال ۔۱۳۔ وہ ارث کہ جس کا کوئی وارث نہ ہو۔۱۴۔ انفال[1] ۔۱۵۔ فیء[2] ۔

---

[1]- انفال وہ مال ہے کہ جو صرف رسولؐ و ائمہؑ سے مخصوص ہے، جیسے پہاڑی علاقے یا وہ جنگل کہ جن میں معدنیات یا خزانے ہوں، بعض زرخیز جزیرے اور دریائی سواحل، اسی طرح وہ غنیمت کہ جو امام کی اجازت کے بغیر کسی جنگ میں حاصل ہوئی ہو، ان تمام اموال پر رسولؐ اسلام اور ان کے بعد آنے اوصیاؑء کرام کا حق ہوتا ہے، اس ضمن میں اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ ۖ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ

(اے رسولؐ) لوگ آپؐ سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ انفال اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے لئے ہیں (انفال، آیت ۱)۔

[2]- فیء وہ مال ہے کہ جو دشمن سے بغیر جنگ کئے حاصل ہوتا ہے، لہذا اگر دشمن لشکر اسلام کو دیکھ کر بغیر کسی مزاحمت کے فرار کر جائے تو جو مال غنیمت حاصل ہوا سے فیء کہتے ہیں اور ایسا صرف رسولؐ اور آپؐ کے بعد آپؐ کے ائمہ کے لئے ہوتا ہے، اس ضمن میں اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ

مذکورہ اموال کی تمام قسموں میں سے کچھ اموال ایسے ہیں کہ جو لوگوں ہی کے ہاتھوں غریبوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ جن کا تعلق بیت المال سے ہوتا ہے اور حاکم وقت اسے عدالت کے ساتھ مستحقین تک پہنچاتا ہے۔

۱۰۔ عادات وتقالید

ہر قوم و قبیلہ میں آداب و رسوم پائے جاتے ہیں کہ جنہیں عادات وتقالید کہتے ہیں، اسلام میں عادات وتقالید کی پیروی سے اس وقت روکا گیا ہے کہ جب ان کا اسلامی اصول سے ٹکراؤ ہو، وگرنہ ان عادات وتقالید کو اپنایا جا سکتا ہے، مختلف علاقوں میں مختلف آداب کا پایا جانا ایک طبیعی امر ہے کہ جن کی وجہ سے قوموں کو پہچانا بھی جاتا ہے، اللہ تبارک و تعالی نے اس ضمن میں قرآن مجید میں فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تم میں شاخیں اور قبیلے قرار دیئے ہیں تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو بیشک تم میں سے خدا کے

اور جو (اَموال فے) اللہ نے ان سے (نکال کر) اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر لوٹا دیئے تو تم نے نہ تو ان (کے حصول) پر گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، ہاں! اللہ اپنے رسولوںؑ کو جس پر چاہتا ہے غلبہ وتسلط فرما دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے (حشر، آیت ٦)۔

نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے (حجرات، آیت ۱۳)، اس آیۂ مبارکہ کی رو سے آداب و رسوم کے مختلف ہونے کی وجہ مختلف قبیلوں کی پہچان ہے۔

لیکن وہ آداب کہ جو اسلامی اصول سے مخالف ہوں یا کسی بدعت کو رائج کرتے ہوں تو اس صورت میں اسلام نے ایسے آداب کی پیروی سے مخالفت کی ہے، جس کی مثال ہمیں حضورؐ کے دور میں بھی نظر آتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اپنے منہ بولے فرزند زید بن حارثہ کی مطلقہ زوجہ سے عقد کرنے کا حکم فرمایا جو کہ اس دور میں غیر رائج اور معیوب جانا جاتا تھا۔

۔۵۔ خارجی سیاست

خارجی سیاست سے مراد ان امور کے متعلق تدبیر کرنا ہے کہ جن کا تعلق کسی بھی ملک کی زمینی سرحدوں کے باہر سے ہوتا ہے، لہذا دیگر حکومتوں سے تعامل و دوستی یا دشمنی کے مسائل کو خارجی سیاست میں بیان کیا جاتا ہے، جن امور سے خارجی سیاست تعلق رکھتی ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ سفر۔۲۔ سفیر و سفارت۔۳۔ جنگ و دفاع

سفر

بیشک سفر کے مختلف مقاصد ہوتے ہیں، کبھی انسان معاش و علم کے حصول کے لئے سفر کرتا ہے تو کبھی عبادت یا سیر و تفریح کے لئے، اسلام میں ہر قسم کے سفر کی اجازت دی گئی اور صرف ان مسافرتوں سے روکا گیا ہے کہ جن میں کسی بھی قسم کا مفسدہ پایا جاتا ہو، طلبِ رزق کے لئے سفر کے متعلق امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّ اللهَ تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ لَیُحِبُّ الْاِغْتِرَابَ فِیْ طَلَبِ الرِّزْقِ

اللہ تبارک و تعالیٰ رزق کی تلاش میں سفر کی مشکلات کے تحمل کرنے کو دوست رکھتا ہے (وسائل الشیعۃ، جلد۷۱، ص ۷۷)، اور حصولِ علم کے لئے سفر کے متعلق حضورؐ نے فرمایا:

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَ لَوْ بِالصِّیْنِ

علم حاصل کرو گرچہ تمہیں چین جانا پڑے (بحار الانوار، جلد ۱ ص ۱۷۷)، اور عبادت کے سلسلہ میں سفر کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

جو لوگ استطاعت رکھتے ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ حج بیت اللہ الحرام کے لئے جائیں (آل عمران، آیت ۹۷)۔

اسی طرح سفرِ زیارات کے متعلق امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّ لِكُلِّ اِمَامٍ عَهْدًا فِیْ عُنُقِ اَوْلِيَائِهِ وَ شِيْعَتِهِ وَ اِنَّ مِنْ تَمَامِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ زِيَارَةُ قُبُوْرِهِمْ

ہر امام کا اپنے چاہنے والوں اور شیعوں پر حق ہے اور وہ حق ان کے قبور کی زیارت کرنے سے پورا ہوتا ہے (وسائل الشیعۃ، جلد ۱۴، ص ۴۴۴)، اسی طرح قرابتداروں سے ملاقات کے لئے سفر کرنے کی بھی بڑی اہمیت ہے اس سلسلہ میں رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

مَنْ مَشٰی اِلیٰ ذَوِیْ قَرَابَةٍ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ لِيَصِلَ رَحِمَهُ اَعْطَاهُ اللهُ اَجْرَ مِائَةِ شَهِيْدٍ، وَلَهُ لِكُلِّ خُطْوَةٍ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ، وَ مَحَا عَنْهُ اَرْبَعِيْنَ اَلْفَ سَيِّئَةٍ وَ رَفَعَ لَهُ مِنَ الدَّرَجَاتِ مِثْلَ ذَالِكَ وَ كَانَ كَاَنَّمَا عَبَدَ اللهَ مِائَةَ سَنَةٍ صَابِرًا مُحْتَسِبًا

جو شخص اپنے نفس و مال کے ذریعہ قرابتداروں سے ملاقات کے لئے جائے تاکہ ان سے صلہ رحم کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے سو شہیدوں کا ثواب عطا فرماتا ہے، اور ہر قدم کے اٹھانے پر اس کے نامۂ اعمال میں چالیس حسنات ثبت کرتا ہے اور اس کے چالیس گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اسی طرح اس کے درجات میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اور ایسا کرنے

والے کی مثال اس بندۂ خدا کی سی ہے کہ جو سو سال تک اللہ کی بارگاہ میں صبر و توکل کے ساتھ عبادت کرے (وسائل الشیعۃ، جلد ۱۱، ص ۳۴۷)۔

ان تمام مسافرتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی نے سیر و تفریح کے لئے بھی سفر کا حکم فرمایا ہے، تاکہ ایسے سفر سے گزشتہ قوموں کی زندگیوں کے احوال سے اطلاع اور عبرت حاصل ہو سکے، اس ضمن میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ

اے رسولؐ آپ کہہ دیجئے کہ لوگ زمین خدا میں سیر و سفر کریں اور یہ دیکھیں کہ اللہ کو جھٹلانے والوں کا کیا حال ہوا (انعام، آیت ۱۱)۔

سیر و تفریح کا ایک فائدہ صحت یاب ہونا ہے لہذا امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

سَافِرُوْا تَصِحُّوْا

سفر کرو تاکہ صحت پاؤ (وسائل الشیعۃ، جلد ۱۱، ص ۳۴۵ و ۳۴۷)۔

ان تمام روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ رعیت کی مسافرتوں میں پیش آنے والی تمام مشکلات کو برطرف کرے، تاکہ اس ذریعہ سے قوم کے ساتھ ساتھ حکومت کو معاشی، علمی، سیاحتی اعتبار سے فائدہ پہنچ سکے۔

سفیر و سفارت

خارجی سیاست کا ایک اہم رکن مختلف ملکوں سے رابطہ ہے کہ جو سفیر اور سفارت کی شکل

میں انجام پاتا ہے، تاکہ اس ذریعہ سے کسی بھی ملک کے ساتھ اقتصادی، علمی، سیاسی، امنیتی و دفاعی معاہدے طے ہوسکیں، تاریخ اسلام میں ابتداء ہی سے حضورؐ نے مختلف ملکوں کو اپنے نمائندے روانہ فرمائے جس کے ذریعہ انہیں دین اسلام کی طرف دعوت بھی دی گئی، رسول اسلام کے سفیروں نے ایران، روم، حبشہ جیسے ملک اور حجاز میں واقع تمام اکثر مناطق میں اسلام کا پیغام پہنچایا، اسی رابطہ کے نتیجہ میں اہل مدینہ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کے موقع پر حضورؐ کا بھرپور استقبال و تعاون کیا ،لہذا کسی بھی حکومت کی ترقی کے لئے اس کا دیگر ممالک سے سفیر و سفارت کے ذریعہ رابطہ رکھنا بے حد ضروری ہے تاکہ خود رعیت کو ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرنے میں سہولت حاصل ہو۔

جنگ و دفاع

خارجی سیاست میں جنگ و دفاع دو اہم رکن ہیں، چونکہ کسی بھی حکومت کی استقامت و پائداری کے لئے ضروری ہے کہ اس کا دفاعی نظام قوی ہو، البتہ دین مبین اسلام نے کسی بھی حکومت پر چڑھائی کی اجازت نہیں دی ہے، اسی لئے حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی تمام جنگوں میں دفاعی پہلو پایا جاتا ہے کہ جن میں آپؐ نے اسلام و مسلمین کے حریم کے تحفظ کے لئے جنگ کی ہے یا پھر ظلم و ستم کا مقابلہ فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں وارد ہونے والی وہ آیات کہ جن میں جنگ و قتال کا تذکرہ ہے ان تمام آیات میں قتال سے مراد مسلمانوں کا دشمنوں کے مقابلہ میں دفاع کرنا ہے، لہذا وہ آیات کہ جن

میں جہاد فی سبیل اللہ کے وجوب کا تذکرہ ہے ان میں وجوب سے مراد دفاع ہے نہ کہ تہاجم (یعنی ابتداءً حملہ کرنا)، اس ضمن میں قرآن مجید کی چند آیات قابل ملاحظہ ہیں:

۱۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ

تم پر جنگ کو واجب قرار دیا گیا ہے (بقرہ، آیت ۲۱۶)

۲۔وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ

اللہ کے لئے جہاد کرو جو کہ جہاد کرنے کا حق ہے (حج، آیت ۷۸)، ان دونوں آیات میں جہاد وقتال سے مراد دفاعی جہاد ہے۔

قرآن مجید میں کچھ اور آیات بھی ہیں کہ جن میں ظلم کے مقابلہ میں قتال کا حکم ہے، جیسے کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا:

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ

اور ان (خواہ مخواہ لڑنے والے کفار و مشرکین) کو جہاں کہیں پاؤ قتل کر دو، اور انہیں نکال دو جہاں (مکہ) سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور فتنہ پروری قتل سے بھی بڑھ کر (بری)

ہے، اور مسجد الحرام میں ان سے اس وقت تک نہ لڑو جب تک وہ اس میں تم سے نہ لڑیں اور اگر وہ (اس میں) تم سے لڑیں تو تم بھی انہیں قتل کرو یہی کافروں کی سزا ہے، پھر اگر وہ لوگ باز آجائیں تو یقینا اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے،اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک تمام فتنہ و فساد ختم نہ ہو جائے اور دین (و اطاعت) صرف اللہ کے لئے نہ رہ جائے ہاں اگر وہ جنگ سے باز آجائیں تو پھر ظلم و زیادتی کرنے والوں کے سواکسی پر زیادتی نہیں کی جا سکتی (بقرہ، آیات ۱۹۱۔۱۹۳)

مذکورہ تینوں آیات میں ظلم و بربیت کا مقابلہ کرنے کا حکم ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کفار ظلم کرنے سے باز آجائیں تو پھر ان سے پیکار نہ کرنے کا حکم ہے،چونکہ دین اسلام امن و امان کا فروغ چاہتا ہے نہ کہ بغض و عداوت اور جنگ وقتال۔

کنیز و غلام

جنگ وقتال کا ایک اہم نتیجہ غلام وکنیز کا حصول ہے، دین اسلام کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے غلامی کا سلسلہ پوری دنیا میں رائج تھا، حتی کہ کچھ لوگ اپنی بھوک مٹانے کے لئے خود کو یا اپنی اولاد کو فروخت کردیا کرتے تھے، لیکن دین اسلام میں غلاموں کی آزادی کے لئے مختلف تدابیر معین کی گئیں تاکہ دنیا میں زندگی بسر کرنے والا ہر فرد آزادی سے لطف اندوز ہو، لہذا شریعت اسلام میں غلام وکنیز کے آزاد کرنے پر بڑی تاکید کی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ضمن میں فرماتے ہیں:

مَنْ اَعْتَقَ مُسْلِمًا اَعْتَقَ اللهُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنَ النَّارِ

جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے تو اللہ وتعالی اس کے بدن کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے اعضاء کو جہنم کی آگ سے نجات عطا فرمائے گا (وسائل الشیعۃ جلد ۲۳، ص ۸)، اسی لئے ائمہ اطہار علیہم السلام نے کثیر تعداد میں غلاموں کو آزاد فرمایا ہے،

امام صادق علیہ السلام حضرت علیؑ علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَقَدْ اَعْتَقَ عَلِيٌّ اَلْفَ مَمْلُوْكٍ لِوَجْهِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ دُبِرَتْ فِيْهِ يَدَاهُ

حضرت علی علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی خوشنودی کے لئے ایک ہزار غلاموں کو آزاد فرمایا کہ جس کے نتیجہ میں ان کے ہاتھ زخمی ہوگئے۔

شریعت اسلام میں تقریبا بارہ ایسے راستے ہیں کہ جن کے ذریعہ غلاموں کو آزاد کیا جاتا ہے، انہی ذرائع میں سے ایک ذریعہ ماہ رمضان کے عمدا روزہ نہ رکھنے کا کفارہ ہے، اسی طرح اگر کوئی کسی بندۂ خدا کو غلطی سے قتل کردے تو اس کی سزا بھی ایک غلام کی آزادی ہے، چونکہ باری تعالی کا فرمان ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَن يَصَّدَّقُوا

اور کسی مومن کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو قتل کردے مگر غلطی سے اور جو غلطی سے قتل کردے اسے چاہئے کہ ایک غلام آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو دیت دے مگر یہ کہ وہ معاف کردیں (نساء، آیت ۹۲)۔

یہ تھے وہ تمام مطالب کہ جنہیں ہم نے سیاسی مسائل سے مربوط ہونے کی حیثیت سے مقدمہ کے طور پر قارئین کی خدمت میں پیش کیا، جس کے بعد ایک اور مقدمہ کی ضرورت درکار ہے تاکہ قیام امام حسین علیہ السلام کے اسباب و علل کو درک کیا جا سکے، حضرت امام حسین علیہ السلام کے انقلاب کے سیاسی عوامل کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہم زمانۂ رسولؐ، زمانۂ ابوبکر، زمانۂ عمر بن خطاب، زمانۂ عثمان بن عفان، زمانۂ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ، زمانۂ امام حسنؑ بن علیؑ اور معاویہ بن ابی سفیان میں موجود سیاستوں کا جائزہ لیں تاکہ صحیح معنی میں ہمیں انقلاب حسینؑ کے عوامل کا ادراک ہو سکے۔

زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاسی حالات

ہم اس مقام پر داخلی سیاست، خارجی سیاست، قضائی سیاست، اعلامی سیاست (اعلانی اور میڈیائی سیاست) اور اقتصادی سیاست میں سے ہر ایک سیاست کا حضورؐ کی حکومت میں اجمالی جائزہ لیں گے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ حضورؐ نے کس طرح حکومت داری میں صرف اسلامی قوانین و اصول کو نافذ فرمایا جوکہ قیامت تک کے آنے والی تمام اسلامی و غیر اسلامی حکومتوں کے لئے نمونۂ عمل ہے۔

اس جائزہ کے بعد ہم حضورؐ کی وفات کے بعد آنے والی تمام حکومتوں کو آنحضرتؐ کی طرز حکومت پر پرکھیں گے کہ جس سے ہمیں ان کی خلاف ورزیوں کا اندازہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کا علم بھی ہو جائے گا کہ کس دور سے خلافت الہیہ کو ملوکیت کا رخ دیا گیا ہے کہ جس کے نتیجہ میں انقلاب حسینؑ کے عوامل واضح طور پر روشن ہو جائیں گے۔

حضورؐ کی حکومت میں داخلی سیاست

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لاتے ہی ایک اسلامی حکومت تشکیل دی، چونکہ آپ ایک پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ حکومت کے رہبر بھی تھے لہذا اس دور میں داخلی سیاست کو مد نظر رکھتے ہوئے رسالتمآبؐ نے چند ایک اہم امور انجام دیئے:

۱۔ سب سے پہلے جب آپ بہ مقام قباء[1] قیام پذیر ہوئے توآپؐ نے پہلی عبادت گاہ یعنی مسجد قباء کو تعمیر فرمایا، اوراسی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی اور ایک طویل خطبہ بیان فرمایا کہ جس میں توحید و اخلاقیات کی طرف لوگوں کو متوجہ فرمایا۔

۲۔ حضورؐ نے مسجد قباء کی تعمیر کے ساتھ ساتھ اسی روز اسلامی تاریخ کی ابتداء فرمائی، لہذا سال ہجرت کا آغاز حضورؐ کی ہجرت ہی سے حضورؐ کے فرمان کے مطابق شروع ہوگیا تھا، ہجرت کی تاریخ اور مسجد قباء کی تعمیر کاتذکرہ قرآن مجید کی اس آیۂ شریف میں موجود ہے:

---

[1]- قباء مدینہ سے باہر ایک مقام تھا جوکہ اب آبادی کے بڑھنے سے مدینہ میں داخل ہوچکا ہے، یہ وہ مقام تھا کہ جہاں حضورؐ نے مدینہ وارد ہونے سے پہلے پڑاؤ ڈال کر حضرت علی علیہ السلام کی آمد کا انتظار کیا تھا، اور جب حضرت علیؑ تشریف لا چکے توآپ علیؑ ابن ابیطالبؑ کے ساتھ مدینے میں وارد ہوئے۔

لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ

بے شک وہ مسجد جس کی اول دن سے تقوی و پرہیزگاری پر بنیاد رکھی گئی ہے اس کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں (مسجد قبا و مسجد نبوی)، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک و صاف رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک و صاف رہنے والوں کو ہی پسند کرتا ہے (توبہ، آیت ۱۰۸)۔

اس آیۂ مبارکہ میں اول یوم سے مراد ہجرت کا پہلا دن ہے، لہذا جیسے جیسے دن اور سال بڑھتے گئے تاریخ ہجری مومنین کے اذہان میں ثبت ہوتی گئی۔

۳۔ حضورؐ نے مقام قباء سے مدینے میں وارد ہونے کے بعد مسجد نبویؐ کو تعمیر فرمایا کہ جس کی تعمیر میں مردوں اور عورتوں نے حصہ لیا، جسے آپؐ نے عبادت کے ساتھ ساتھ حکومتی امور کی انجام دہی کے لئے مرکزی حیثیت عطا کی۔

۴۔ اجتماعی حوالے سے حضورؐ نے مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارگی کے لئے عقد اخوت قائم فرمایا جس میں مہاجرین مردوں کو انصار کا بھائی اور مہاجرین عورتوں کو انصار کی عورتوں کے لئے بہن قرار دیا، اس کے ساتھ ساتھ اتحاد و ہمدلی کی بھی تاکید کی اس ضمن میں آپؐ نے پیغام خداوندی کا ابلاغ کرتے ہوئے فرمایا:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ پیدا نہ کرو (آل عمران، آیت ۱۰۳) چونکہ ایسا کرنے سے مسلمانوں کی طاقت ضعیف ہو جائے گی، لہذا تاکیداً فرمایا:

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ (متفرق اور کمزور ہو کر) بزدل ہو جاؤ گے اور (دشمنوں کے سامنے) تمہاری ہوا (یعنی قوت) اکھڑ جائے گی لہذا صبر کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (انفال، آیت ۴۶)۔

۵۔ حضورؐ نے احکام شریعت یعنی نماز کی ادائیگی کے لئے اذان قائم کی کہ جسے سن کر لوگ مسجد میں حاضر ہو کر واجبات ادا کیا کرتے تھے۔

۶۔ جس وقت مدینے میں بسنے والے یہودیوں نے حضورؐ سے صلح کا اظہار کیا تو آپؐ نے داخلی سیاست کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، تمام مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان عہد نامہ مرتب فرمایا کہ جس میں مدینہ میں ہر قوم و قبیلہ سے تعلق رکھنے والے مسلم و غیر مسلم کے حقوق کو معین و ثبت کیا گیا۔

ان تمام امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ حضورؐ نے آہستہ آہستہ جاہلیت کے ماحول کو مٹانا شروع کیا اور جیسے جیسے احکام الٰہی نازل ہوتے آپ مومنین کو ان کی انجام دہی کا حکم فرماتے، اس بات میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ اللہ تبارک و تعالی نے احکامات کو امت مسلمہ پر تدریجی طور پر واجب فرمایا ہے، گرچہ کچھ امور ایسے تھے کہ جن سے

دوری و پرہیز کا حکم ابتداءِ اسلام ہی میں صادر ہو چکا تھا، جیسے شرک، زنا، جھوٹ، چوری، لڑکیوں کا زندہ دفنا دینا وغیرہ، یہ سب ایسے امور تھے کہ جن سے ابتدائی طور پر ممانعت کی گئی، جس کے بعد تدریجاً دیگر احکامات نافذ ہوئے۔

لہذا امت مسلمہ پر نماز ہجرت سے دو سال پہلے واجب ہوئی، اذان کا حکم پہلی ہجرت کو ہوا، روزہ دوسری ہجری سے واجب کیا گیا، زکات فطرہ کو دوسری ہجرت کے ماہ شوال میں فرض کیا گیا جس کے کچھ دن بعد زکاتِ عامہ کو بھی فرض کیا گیا، اور حج کو نویں ہجری کے آواخر میں واجب فرمایا۔

لہذا اللہ تبارک وتعالی نے ایک ہی موقع میں ہر چیز کو واجب نہیں فرمایا چونکہ اگر وہ ایسا کرتا تو شاید لوگوں کے لئے ان تمام فرائض کو انجام دینا دشوار ہوتا، لیکن چونکہ اللہ ارحم الراحمین ہے اور حضورؐ بھی وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (انبیاء، آیت ۱۰۷) کا مصداق ہیں لہذا اللہ تعالی (جو کہ انسانوں کی قدرت و توان سے آگاہ ہے اور وہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ زحمت نہیں دیتا لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا، بقرہ، آیت ۲۸۶) نے تدریجی طور پر مسلمانوں پر واجبات نافذ کئے یہاں تک کہ اعلانِ ولایتِ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بعد دین مکمل ہوا اور اللہ تعالی نے فرمایا:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا ہے، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کر لیا ہے (مائدہ، آیت ۳)۔

۷۔ احکامات کے نافذ کرنے کے ساتھ حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داخلی سیاست میں ایک اہم رسم یعنی لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کی سختی کے ساتھ روک تھام کی، یہ وہ دور تھا کہ جس میں لوگ اپنی نومولود لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے، اس کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ رنج وغم سے بھر جاتا ہے، وہ اس بری خبر سے جو اسے دی گئی ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور سوچتا ہے) کہ ذلت کے ساتھ اسے لئے رہے یا اسے مٹی کے تلے گاڑ دے؟ کیا ہی برا فیصلہ ہے جو یہ کرتے ہیں (نحل، آیت ۵۸۔۵۹)۔

۲۔ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ

اور جب زندہ درگور کی ہوئی (لڑکی) سے پوچھا جائے گا، کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی؟ (تکویر، آیت ۸۔۹)۔

قرآن مجید کی یہ دونوں آیتیں اس بات پر گواہ ہیں کہ رسولؐ اسلام کے دور میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، لیکن جب رسولؐ اسلام نے تبلیغ شروع کی تو اللہ تبارک وتعالی نے اس رسم کو ختم کرنے کے لئے سخت حکم نازل فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا

اور فقر و فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم ہی انہیں اور تمہیں روزی دیتے ہیں بے شک انہیں قتل کرنا بڑا جرم ہے (اسراء، آیت ۳۱)۔

اس حکم کے نزول کے بعد معاشرہ میں تبدیلی وجود میں آئی یہاں تک کہ اسلام نے عورتوں کو برابر کے حقوق سے نوازا اور اللہ تعالی نے فرمایا: ایمان و عبادتی امور میں اللہ کے نزدیک مرد و عورت یکساں ہیں لہذا ان میں سے جو زیادہ متقی ہوگا اس کا مرتبہ اللہ کے نزدیک اتنا ہی بلند ہوگا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد (آدم (ع)) اور ایک عورت (حوا (ع)) سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہیں مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو تم میں سے

زیادہ پرہیزگار ہے یقینا اللہ بڑا جاننے والا ہے، بڑا باخبر ہے (حجرات، آیت ۱۳)۔

ایمان وتقوی میں برابری کے اصول کے پیشِ نظر حضورؐ نے عورتوں کو مسجد النبویؐ کی تعمیر میں شریک ہونے کی اجازت فرمائی جس کے بعد نماز جماعت وجمعہ کی لئے بھی ان کے لئے آزادی فراہم کی گئی، اس کے علاوہ حضورؐ کے دور میں عورتیں جنگ میں زخمیوں کی تیمار داری کرتے ہوئے ان کے لئے غذا مہیا کرنے کے فرائض انجام دیتی تھیں، لہذا اگرچہ کسی بھی دور میں جہاد اسلامی میں خواتین خط مقدم (فرنٹ لائن) پر نہ تھیں لیکن انہوں نے خط موئخر (پیچھے) میں رہتے ہوئے جو خدمات انجام دیں وہ قابل تعریف وستائش ہیں۔

حضورؐ نے اپنی زندگی میں خواتین کو اس قدر احترام دیا کہ آپ کی بعض ازواج کہ جو عقد سے پہلے کنیز تھیں کو آپ نے آزاد کر کے عقد فرمایا، اس بات پر گواہ آپ کی زوجہ برۃ بنت حارث ہیں، جب حضور نے انہیں آزاد کر کے عقد فرمایا تو غزوۂ بنی مصطلق سے غنیمت میں آنے والی ۱۹۹ عورتوں کو مسلمانوں نے آزاد کیا تاکہ اس کار خیر میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کر سکیں۔

۹۔ رسولؐ گرامی قدر نے اپنی حکومت میں ہر شخص کو مساوی حیثیت عطا فرمائی، اور ہر قسم کے نژادی، قومی، ملیتی، اور رنگی امتیازات پر سرخ لکیر کھینچتے ہوئے فرمایا کہ دین اسلام میں افراد صرف دو طرح کے ہیں نیکوکار یا بدکار، لہذا نیکوکار کی اللہ تبارک وتعالی کے یہاں

عزت و آبرو ہے، اسی لئے حضورؐ نے بنی ہاشم سے فرمایا:

يَا بَنِیْ هَاشِمٍ لَا يَأْتِيْنِی النَّاسُ بِاَعْمَالِهِمْ وَ تَأْتُوْنِیْ بِاَنْسَابِكُمْ تَقُوْلُوْنَ نَحْنُ ذُرِّيَّةُ مُحَمَّدٍ

اے بنی ہاشم کہیں ایسا نہ ہوکہ روز قیامت میرے امتی میرے پاس اپنے اعمال کے ساتھ آئیں اور تم (بغیر عمل کے) رشتہ داری اور قرابتداری کے بھروسے چلے آؤ اور کہنے لگوکہ ہم تو ذریت محمدؐ ہیں (نظام سیاسی اسلام، ص ۲۰۸)، لہذا اسلام میں ہر مسلمان کوایک نظر سے دیکھاگیا ہے لیکن برتری کا معیار صرف تقوی و پرہیزگاری ہے۔

۱۰۔ آنحضرتؐ نے داخلی سیاست میں عوام الناس کی ترقی و پیشرفت کے لئے تمام مرد و عورتوں کو علم کے حصول کا حکم فرمایا، آپؐ نے دور جاہلیت کی مخالفت کرتے ہوئے تمام عورتوں کو تعلیمات اسلامیہ کے حصول میں مرد کا شریک قرار دیتے ہوئے فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ

علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے (بحار، جلد ۲، ص ۳۲)، اس ضمن میں حضورؐ سے منقول چند احادیث کو ہم اس مقام پر پیش کرتے ہیں تاکہ علم کی عظمت اجاگر ہوجائے، رسول اکرم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَ لَوْ بِالصِّيْنِ

علم حاصل کروگرچہ تمہیں چین جانا پڑے (بحار، جلد ۲، ص ۳۲)۔

زَكَاةُ الْعِلْمِ نَشْرُهُ وَ تَعْلِيْمُهُ مَنْ لَا يَعْلَمُهُ

علم کی زکات اس کی نشر و اشاعت اور تعلیم دینے میں ہے (بحار، جلد ۲، ص ۲۵)۔

اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ يُعَلِّمَ الْمَرْءُ عِلْمًا ثُمَّ يُعَلِّمُهُ اَخَاهُ

بہترین صدقہ علم کا حصول اور اس کا اپنے بھائی کو تعلیم دینا ہے (بحار، جلد ۲، ص ۲۵)۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلىٰ سَائِرِ النُّجُوْمِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

عالم عابد سے افضل ہے بالکل اس چودہویں کے چاند کی مانند کہ جو تمام ستاروں پر برتری رکھتا ہے (بحار، جلد ۲، ص ۱۸)۔

يَاعَلِيُّ نَوْمُ الْعَالِمِ اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ رَكْعَةٍ يُصَلِّيْهَا الْعَابِدُ، يَا عَلِيُّ لَا فَقْرَ اَشَدُّ مِنَ الْجَهْلِ، وَلَا عِبَادَةَ مِثْلُ التَّفَكُّرِ

اے علیؑ عالم کا سونا عابد کی ہزار رکعت نماز سے بہتر ہے، اے علیؑ جہل سے بڑھ کر کوئی فقر نہیں، اور نہ ہی غور و فکر کی مانند کوئی عبادت ہے (بحار، جلد ۲، ص ۲۲)، یہ ہیں حضورؐ کی وہ احادیث کہ جن کے ذریعہ آپؐ نے اپنی امت کو تعلیم و تعلم کی طرف دعوت دی۔

حضورؐ کی حکومت میں خارجی سیاست

خارجی سیاست میں آنحضرتؐ نے مختلف ملکوں میں نمائندے بھیجے تاکہ تمام بادشاہوں کو ان کی رعایا سمیت دعوتِ اسلام دی جائے، حضورؐ نے اپنی پوری زندگی میں جبراً کسی سے اسلام قبول نہیں کروایا، اور نہ ہی کسی کافر یا کتابی کو اسلام قبول نہ کرنے پر قتل فرمایا، اور جو کہا جاتا ہے کہ دینِ اسلام جناب خدیجہ کے مال اور علیؑ ابن ابی طالب کی تلوار سے پھیلا ہے، اس سے مراد وہ جنگیں ہیں کہ جن میں حضرتؑ علی علیہ السلام نے دفاعی حوالے سے تلوار چلائی ہے، وگرنہ حضورؐ نے کسی بھی جنگ میں ابتداء نہیں فرمائی بلکہ تمام جنگیں دفاعی پہلو کی حامل تھیں، چونکہ دین اسلام صلح و سلامتی کا مذہب ہے اسی لئے جب بھی ہم کسی مسلمان بھائی سے ملتے ہیں تو سلام علیکم کہتے ہیں یعنی اللہ آپ کو صحت و سلامتی سے رکھے، لہذا حضورؐ کے دور میں دفاعی جنگوں کی چند وجوہات تھیں کہ جن کا جاننا ہمارے لئے بے حد ضروری ہے، تاکہ یہ غلط فہمی دور ہوجائے کہ رسولؐ اسلام نے تلوار کے ذریعے اسلام پھیلایا ہے:

۱۔ آنحضرتؐ کی جنگوں کی پہلی وجہ جان و مال سے دفاع تھا، چونکہ ہر انسان کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی اور اہلِ خانہ کی جان و مال کے تحفظ کے لئے دفاع کرے، لہذا جب

مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا تو اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ

اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں، اور زیادتی نہ کرو، کیونکہ یقینا اللہ زیادتی کرنے والوں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا (بقرہ، آیت ۱۹۰)۔

اس آیہ مبارکہ میں بھی اللہ تعالی نے مسلمانوں کو قاتلین سے زیادتی نہ کرنے کا حکم فرمایا ہے جو کہ اسلام کے پر امن اور صلح پسند دین ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔

۲۔ حضورؐ کی جنگوں کی دوسری وجہ کفار و یہودیوں کا عہد وپیمان توڑنا ہے، لہذا جس وقت صلح حدیبیہ کے عہدنامہ کو مشرکین مکہ نے توڑ دیا تو رسولؐ اسلام ایک عظیم لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور آپؐ نے مکہ کو فتح فرمایا، اس موقع پر مسلمانوں اور کفار کے درمیان قتال واقع نہیں ہوا، اور حضورؐ نے مسلمانوں کے قاتلوں کو ان پر قابو پانے کے بعد پناہ دی۔

حضورؐ سے عہد و پیمان توڑنے والوں کے سلسلہ میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا:

وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ

اور اگر یہ لوگ اپنے عہد وپیمان کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین پر طعن و تشنیع کریں تو تم کفر کے ان سرغنوں سے جنگ کرو، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ یہ باز

آجائیں (توبہ، آیت ۱۲)۔

۳۔ حضورؑ کی جنگوں کی تیسری وجہ مظلوم کو ظالم سے حق دلانا تھی، چونکہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو قتل کیا، انہیں ان کے گھروں اور وطن سے باہر کرکے ان کے اموال کو ضبط کیا، اسی طرح جن لوگوں نے راستہ روک کر مسلمانوں کے قافلوں کو لوٹا اور مردوں کو موت کے گھاٹ اتارا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیروں کو قتل کیا تو ان سے اپنے حقوق کے حصول کے لئے حضورؑ نے جنگ فرمائی، اس ضمن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ

ان مظلوموں کو (دفاعی جہاد کی) اجازت دی جاتی ہے جن سے جنگ کی جا رہی ہے اس بناء پر کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے، یہ وہ (مظلوم) ہیں جو ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے صرف اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے (حج، آیت ۳۹۔۴۰)۔

ان تمام وجوہات کے باوجود حضورؑ نے ہمیشہ مشرکین کو موقع دیا تاکہ وہ اسلام قبول کریں، یا جزیہ دے کر جنگ کو موقوف کردیں، لیکن جہاں دشمنوں نے ان دونوں باتوں کو قبول نہ کرتے ہوئے مسلمانوں پر ظلم وستم کیا وہاں رسولؐ گرامی قدر اٹھ کھڑے ہوئے اور دفاعی نقطۂ

نظر سے اسلام و مسلمانوں کا دفاع فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر رحم دل تھے کہ آپؐ نے کسی بھی اسیر کو قتل نہیں فرمایا بلکہ وہ اسیر کہ جو مسلمان ہو جاتے آپؐ انہیں آزاد فرمادیا کرتے تھے، غزوۂ بنی غطفان کا ایک اسیر کہ جس کا نام یسار تھا کو حضورؐ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فوراً اسے آزاد فرمادیا۔

ان تمام تفصیلات کے پیش نظر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے کسی بھی صورت میں تلوار کے زور پر اسلام کی تبلیغ نہیں فرمائی، لہذا آپ کی حیات طیبہ میں تمام غزووں[1] و سریوں[2] کہ جن کی تعداد ۹۱ ہے میں مشرکین و یہود و نصاریٰ میں سے تقریباً ۹۹۲ افراد مارے گئے اور مسلمانوں میں سے تقریباً ۲۴۶ مومنین شہید کئے گئے، یہ وہ ۹۱ جنگیں تھیں کہ جن میں سے اکثر میں قتال واقع ہی نہیں ہوا اور یہ جنگیں رسولؐ اسلام پر مسلط کی گئیں جن میں سے کسی ایک جنگ میں حضورؐ نے ابتداء نہیں فرمائی۔

---

[1]- وہ جنگ کہ جس میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت فرمائی ہو اسے غزوہ کہتے ہیں۔

[2]- وہ جنگ کہ جس میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرکت نہ کی ہو بلکہ اپنے نائبین کو جنگ کے لئے روانہ فرمایا ہو اسے سریہ کہتے ہیں۔

ان تمام باتوں سے ان غربی افکار پر سرخ لکیر کھنچ جاتی ہے کہ جو آنحضرت کو نعوذ باللہ ایک قاتل اور دین اسلام کو ایک وحشی دین کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

حضورؐ کی حکومت میں قضائی سیاست

قضاوت ایک اہم شعبہ ہے اسی لئے حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ دین اسلام کے پہلے مشرع (قانون بنانے والے) ہیں نے اپنی حکومت میں خود یہ عہدہ سنبھالا، گرچہ کچھ عرصہ بعد جب اسلام کو پیشرفت حاصل ہوئی اور اللہ کا دین مختلف ممالک میں پھیلنے لگا تو آپؐ نے بعض اصحاب کرام کہ جن میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سرفہرست ہیں کو یمن روانہ فرمایا تاکہ وہاں جاکر آپؐ عدالت کی بنیاد پر قضاوت فرمائیں، حضرت علی علیہ السلام کی قضاوت کے متعلق حضورؐ نے فرمایا: اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ، تم میں سے بہترین قضاوت کرنے والے علیؑ ابن ابیطالب ہیں، جس کی وجہ آپؑ کا نفس رسولؐ ہونا ہے۔

قضاوت کے ضمن میں رسولؐ اسلام سے وارد ہونے والی احادیث سے ہمیں اس عہدہ کی نزاکت و ذمہ داری کا اندازہ ہوتا ہے، قاضیوں کے متعلق حضورؐ نے ایک حدیث میں فرمایا:

اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ، وَاحِدٌ فِی الَجَنَّةِ وَ اِثْنَانِ فِی النَّارِ، فَاَمَّا الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ وَ قَضیٰ بِه، وَ رَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِی الْحُکْمِ فَهُوَ فِی النَّارِ، وَ رَجُلٌ قَضیٰ لِلنَّاسِ عَلیٰ جَهْلِهِ فَهُوَ فِی النَّارِ

قاضی تین طرح کے ہیں، ایک جنتی اور دو جہنمی ہیں، لہذا وہ قاضی جنتی ہے کہ جو حق کے جاننے کے بعد اس کے مطابق فیصلہ سنائے، اور جو حق کو جانتے ہوئے اس کے بر خلاف

حکم کرے یا وہ ملزم کے جرم کے متعلق معلومات نہ رکھتے ہوئے فیصلہ سنائے تو ایسا قاضی جہنم میں وارد ہوگا۔

حضورؐ کی حکومت میں اعلامی سیاست (اعلانی اور میڈیائی سیاست)

حضورؐ نے اپنے دور حکومت میں تبلیغ دین میں اعلانی سیاست کے جن ذرائع سے استفادہ فرمایا وہ یہ ہیں:

۱۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اخلاق و عمل کے ذریعہ لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دی چونکہ جو دعوت عمل کے ذریعہ ہو اس میں زبانی دعوت سے زیادہ اثر ہوتا ہے، لہذا آنحضرتؐ نے پہلے خود کو صادق و امین کہلوایا اور پھر اسی صداقت و امانت کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ فرمائی۔

۲۔ دوسری روش خطاب پیغمبرؐ ہے، آنحضرتؐ نے مدینے میں وارد ہونے سے اپنی وفات تک تقریبا ۳۶۳۰ دن میں ہر روز خطبات ارشاد فرمائے کہ جن میں آپ اصحاب اور مختلف علاقوں سے آنے والے لوگوں کے لئے خطاب فرمایا کرتے تھے۔

۳۔ آنحضرتؐ نے خطاب کے ساتھ ساتھ کچھ شعراء کہ جن میں حسان بن ثابت کا نام بھی مرقوم ہے کو ہدایات فرمائی کہ وہ ایسے شعر کہیں کہ جن سے دین اسلام کو تقویت حاصل ہو، بالخصوص میدان جنگ میں کہ جہاں اس دور میں رجز گوئی کا رواج تھا، لہذا حسان بن ثابت ایسے شعر کہتے تھے کہ جن سے میدان جنگ میں مسلمانوں کی ہمت افزائی اور لشکر دشمن کی

ہمتیں پسپا ہوتی تھیں۔

۴۔ تبلیغ دین اسلام کے لئے آنحضرتؐ نے خط وکتابت کے ذریعہ بھی مختلف مقامات پر اسلامی پیغامات بھجوائے، جس میں آپؐ وحدانیت خدا، عدالت، مکارم اخلاق، اور اجتماعی عدالت اور اسی طرح اسلام کی دیگر تعلیمات کی طرف لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے، گرچہ اس دور میں خط وکتابت اور سفیروں کو مختلف ممالک میں بھیجنا دشوار عمل تھا، لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے خطوط ارسال فرمائے جن میں سے تقریبا ۴۶ خطوط کو مؤرخین نے محفوظ فرمایا ہے۔

حضورؐ کی حکومت میں اقتصادی سیاست

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے پہلے امین و صادق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے تاجر کی حیثیت سے بھی جانے جاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے حضورؐ کو اپنے تجارتی کاروان کا سربراہ قرار دیا جس کے نتیجہ میں آپ کو خوب منافع حاصل ہوا، لیکن جیسے ہی حضورؐ نے ہجرت فرمائی اور مدینہ تشریف لائے توآپؐ نے مختلف ذریعوں سے اسلامی اقتصاد کو پروان چڑھانے میں سعی و کوشش کی، سب سے پہلے حضورؐ نے حکم فرمایاکہ اہل مدینہ جس قدر ممکن ہوسکے زراعت میں حصہ لیں، اس ضمن میں آپؐ نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنَّكُمْ بِاَقَلِّ الْاَرْضِ مَطَرًا فَاحْرُثُوْا فَاِنَّ الْحَرْثَ مُبَارَكٌ وَ اكْثُرُوْا فِيْهِ مِنَ الْجَمَاجِمَ

اے اہل قریش اس سرزمین پر بارش کم ہوتی ہے لہذا جس قدر ممکن ہوزراعت کرواور لوگوں کوزراعتی کاموں کے لئے استخدام کروچونکہ زراعت میں اللہ تبارک وتعالی نے برکت رکھی ہے لہذا زمین میں زیادہ سے زیادہ دانہ ڈالو(کنزالعمال، جلد۳، ص ۸۹۲)۔

اس کے ساتھ ساتھ حضورؐ نے حکومت داری کے لئے ۱۔ زکات ۔۲۔ زکات فطرہ ۔۳۔ خمس ۔۴۔ کفارات ۔۵۔اوقاف ۔۶۔ نذور ۔۷۔ وصایا (یعنی وہ مال کہ جو

وصیت کے ذریعہ بیت المال میں وارد ہو) ۔۸۔ گمشدہ مال کہ جو حکومت کو مل جائے ۔۹۔ قربانی ۔۱۰۔ مظالم (دیت و غیرہ) ۔۱۱۔ تبرعات (ہدایا) ۔۱۲۔ حرام مال ۔۱۳۔ وہ ارث کہ جس کا کوئی وارث نہ ہو۔۱۴۔ انفال[1]۔۱۵۔ فیء[2]۔۱۶۔ خراج[1] اور اس جیسے

[1]- انفال وہ مال ہے کہ جو صرف رسولؐ و ائمہؑ سے مخصوص ہے، جیسے پہاڑی علاقے یا وہ جنگل کہ جن میں معدنیات یا خزانے ہوں، بعض زرخیز جزیرے اور دریائی سواحل، اسی طرح وہ غنیمت کہ جو امام کی اجازت کے بغیر کسی جنگ میں حاصل ہوئی ہو، ان تمام اموال پر رسولؐ اسلام اور ان کے بعد آنے اوصیاء کرام کا حق ہوتا ہے، اس ضمن میں اللہ تبارک و تعالی فرماتا ہے: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ ۖ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ (اے رسولؐ) لوگ آپؐ سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجیئے کہ انفال اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے لئے ہیں (انفال، آیت ۱)۔

[2]- فیء وہ مال ہے کہ جو دشمن سے بغیر جنگ کئے حاصل ہوتا ہے، لہذا اگر دشمن لشکر اسلام کو دیکھ کر بغیر کسی مزاحمت کے فرار کر جائے تو جو مال غنیمت حاصل ہو اسے فیء کہتے ہیں اور ایسا صرف رسولؐ اور آپؐ کے بعد آپؐ کے ائمہ کے لئے ہوتا ہے، اس ضمن میں اللہ تبارک و تعالی کا ارشاد ہے: وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور جو (اَموال فے) اللہ نے ان سے (نکال کر) اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر لوٹا دیئے تو تم نے نہ تو ان (کے حصول) پر گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، ہاں! اللہ اپنے رسولوںؑ کو جس پر چاہتا ہے غلبہ و تسلط فرما دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے (حشر، آیت ٦)۔

دیگر عنوانات کے تحت جو مال حاصل ہوا انہیں اسلام و مسلمانوں کی ترقی میں خرچ فرمایا، گرچہ رسول اسلام پر مشرکین، یہود و انصار کی جانب سے اقتصادی پابندیاں تھیں لیکن آنحضرتؐ نے ان تمام سختیوں کے باوجود ربا کو حرام قرار دیتے ہوئے لوگوں کو کسب حلال کی دعوت دی، لہذا دین مبین اسلام میں ان تمام مکاسب کو حرام قرار دیا گیا ہے کہ جن میں حرام اشیاء کی خرید و فروخت کی جاتی ہے، اس ضمن میں اللہ تبارک و تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا:

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا

اللہ تعالی نے خرید و فروخت کو حلال اور ربا (سود خوری) کو حرام قرار دیا ہے (بقرہ، آیت ۲۷۵)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

---

[1]- خراج اس مال کو کہتے ہیں کہ جو کسی حکومت، قبیلے یا گروہ کی جانب سے مصالحت کے بعد حریفِ مقابل کو دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس مال کے عوض ان کے ساتھ جنگ نہ کرتے ہوئے ان کے جان و مال کے تحفظ کے وسائل فراہم کرے۔

اے ایمان والو! بیشک شراب اور جوا اور (عبادت کے لئے) نصب کئے گئے بت اور (قسمت معلوم کرنے کے لئے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں، سو تم ان سے (کلیتا) پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ (مائدہ، آیت ۹۰)۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ

تم پر حرام کیا گیا ہے مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے (مائدہ، آیت ۳)۔

مذکورہ تینوں آیات میں اللہ تبارک و تعالی نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کی خرید و فروخت بھی حرام ہے، لہذا اسلامی اقتصاد میں ضروری ہے کہ شرعی معیارات کے مطابق صرف ان چیزوں کی خرید و فروخت کی جائے کہ جن کی اللہ تبارک و تعالی نے اجازت فرمائی ہے تاکہ رزق میں برکت اور کسی کا حق غصب نہ ہو۔

یہ تھا حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں سیاست کا مختصر سا تعارف جس کی کسوٹی پر اگر حضورؐ کے بعد آنے والوں حکومتوں کو پرکھا جائے تو سوائے مولا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی حکومت کے کوئی اور حکومت پوری نہیں اترتی، یہاں تک کے معاویہ کے بعد یزید جیسا شراب خوار، بد کار و زناکار مسند نشین ہوا جس سے ہر قسم کی بے دینی اسلامی معاشرہ میں پھیلنے لگی جس کی بناء پر امام حسین علیہ السلام نے قیام فرما کر خالص دین محمدیؐ کی حفاظت فرمائی۔

ہم اس مقام پر داخلی، خارجی، قضائی، میڈیائی سیاستوں میں بعد از رسولؐ اللہ بعض انحرافات کی طرف اشارہ کرتے ہیں تاکہ قارئین کے لئے مطالب مزید واضح ہو جائیں:

بعد از پیغمبر اسلامؐ داخلی سیاست میں انحراف

۱۔ حضورؐ کے بعد مساجد کے بجائے درباروں کو حکومتی امور کا مرکز بنایا گیا جبکہ حضور نے مساجد کو مرکزی حیثیت عطا فرمائی تھی۔

۲۔ حضورؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اصحاب کے درمیان بھائی چارگی قرار دی جو آپؐ کی وفات کے بعد دشمنی میں تبدیل ہوگئی اور اصحاب نے ایک دوسرے کا قتلِ عام کیا۔

۳۔ حضورؐ نے اپنی زندگی میں تعلیم و تربیت کا حکم فرمایا لیکن آپؐ کی وفات کے بعد حکومتِ وقت نے حضورؐ ہی کی احادیث نقل کرنے پر پابندی لگائی۔

بعد از پیغمبر اسلامؐ خارجی سیاست میں انحراف

حضور کی حیات طیبہ میں تمام غزوؤں[1] و سریوں[2] کہ جن کی تعداد ۹۱ ہے میں مشرکین و یہود و نصاری میں سے تقریبا ۹۹۲ افراد مارے گئے اور مسلمانوں میں سے تقریبا ۲۴۶ مومنین

---

[1]- وہ جنگ کہ جس میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت فرمائی ہو اسے غزوہ کہتے ہیں۔

[2]- وہ جنگ کہ جس میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرکت نہ کی ہو بلکہ اپنے نائبین کو جنگ کے لئے روانہ فرمایا ہو اسے سریہ کہتے ہیں۔

شہید کئے گئے، لیکن بعد از پیامبرؐ جنگِ جمل و صفین و نہروان میں مسلمانوں نے ناحق اپنے ہی مسلمانوں بھائیوں کا ہزاروں کی تعداد میں قتل کیا۔

بعد از پیغمبر اسلامؐ قضائی سیاست میں انحراف

حضور کے بعد اصحاب نے اہلبیتِ اطہار بالخصوص خلافتِ حضرتِ امیر علیہ السلام اور باغِ فدک کے معاملہ میں ظالمانہ فیصلہ کیا، لیکن خلافت کے چھین لینے کے باوجود انہوں نے قضائی معاملات میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے بے شمار موارد میں مدد حاصل کی، جس سے واضح ہوا کہ جس طرح حضور اپنی حکومت میں بنفس نفیس قاضی تھے اسی طرح علیؑ ابن ابی طالب بعد از رسولؐ قاضی ہونے کے ساتھ ساتھ حضورؐ کے قائم مقام بھی ہیں، اور آج تک یہ بات اربابِ فہم و دانش کے لئے قابل غور ہے کہ جو شخص خلیفۂ رسولؐ ہو اور قضاوت نہ کر سکے تو ایسے ناقص الشرائط فرد کے فیصلوں پر دنیوی اور اخروی امور میں کس طرح تکیہ کیا جا سکتا ہے؟

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضورؐ کے بعد ناحق قضاوتوں کے نتیجے میں بزرگ اصحاب کرام کا قتلِ عام ہوا جن کی مظلومانہ شہادتوں سے آج تک تاریخ اسلام کے صفحات سرخ ہیں۔

بعد از پیغمبر اسلامؐ اعلامی (میڈیائی) سیاست میں انحراف

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر کو اعلامی سیاست و ابلاغِ دین کا ذریعہ بنایا، لیکن بعد از

رسولؐ اسی منبر سے جھوٹی احادیث کو نقل کیا گیا، اور ایسے افراد تیار کئے گئے کو جو امام علی علیہ السلام، آپ کی آلؑ اور آپ کے چاہنے والوں پر منبروں سے لعن کیا کرتے تھے۔

بعد از پیغمبر اسلامؐ اقتصادی سیاست میں انحراف

۱۔ حضورؐ کے بعد بیت المال کو بعض خلفاء نے اپنے قرابتداروں میں تقسیم کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے بے حساب مال لوٹا گیا اور یہی عمل بعض کی خلافت کے زوال کا سبب بنا، اسی طرح معاویہ و یزید کے دور میں بھی بیت المال کو بنی امیہ ہی میں تقسیم کیا جانے لگا، جس پر شاہد تاریخ اسلام کے بے شمار واقعات ہیں۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دور میں مسلمانوں کو حلال مال کے حصول کی تاکید فرمائی لیکن آپ کے بعد مسلمانوں نے حرام خوری شروع کی یہاں تک کے گزرِ زمان کے ساتھ بدکردار یزید جیسے فاسق شخص نے بر سر عام شراب نوشی کی اور احکام الٰہیہ کا مذاق اڑایا۔

یہ وہ موقع تھا کہ جہاں امام حسین علیہ السلام اٹھ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: مجھ جیسا یزید جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا، اور آپؑ نے قیام فرما کر اپنی شہادت کے ذریعے دینِ محمدیؐ کو حیات بخشی، اور تا قیام قیامت اس ہدایت کا چراغ بن گئے کہ جس کے متعلق حضورؐ نے فرمایا:

اِنَّ الْحُسَیْنَ مِصْبَاحُ هُدًی وَ سَفِیْنَةُ نجَاةٍ وَ اِمَامُ خَیْرٍ وَ یُمْنٍ وَ عِزٍّ وَ فَخْرٍ وَ بَحْرُ عِلْمٍ وَ ذُخْرٍ

بیشک حسینؑ ہدایت کا چراغ، نجات کی کشتی اور وہ امام ہیں کہ جو صاحب خیر و برکت،

صاحب عزت و فخر اور دریائے علم و سرمایہ ہیں۔

(عیون اخبار الرضاؑ جلد ا ص ٦٢)۔

حجت الاسلام والمسلمین مولانا میرزا محمد جواد کی طبع شدہ کتب وتراجم

۱۔ تجلیاتِ حسینؑ

۲۔ حسینیؑ صحیفۂ کاملہ

۳۔ اردو ادب پر نقوش کربلاء

۴۔ گفتگو کا سلیقہ

۵۔ انقلابِ حسینؑ کے سیاسی عوامل

۶۔ اجمالی تعارف حسینیؑ دائرۃ المعارف

عنقریب نشر ہونے والی کتب

۱۔ دیوان امام حسین علیہ السلام

۲۔ رسالۂ حقوق

۳۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

۴۔ محبت علیؑ کردار وآخرت کی ضامن۔



اس کتاب میں مندرجہ ذیل عنوانات پر روشنی ڈالی گئی ہے:

امام حسین علیہ السلام قرآن مجید کی روشنی میں

امام حسین علیہ السلام احادیث کی روشنی میں

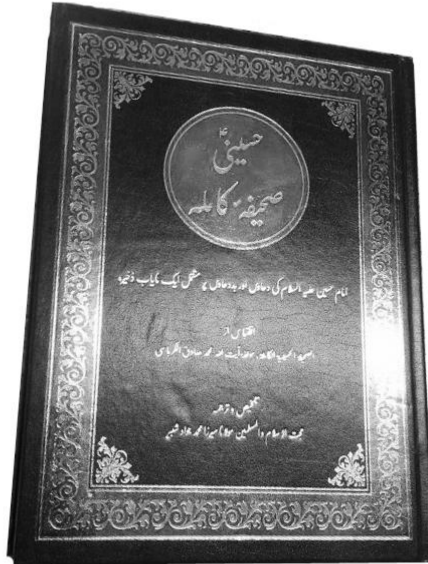
سیرت امام حسین علیہ السلام از ولادت تا شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حصہ اول و دوم

نسل ابوطالب علیہ السلام سے کربلاء کے ۲۷ شہید حصہ اول تا حصہ سوم

کربلا میں حاضر ہونے والی بی بیاں اوران کی قربانی وایثار حصہ اول تا حصہ سوم

شہادت امام حسین علیہ السلام سے متعلق خواب اوران کی تعبیریں

امام حسین علیہ السلام اور اسلامی شریعت حصہ اول تا حصہ چہارم



اس کتاب میں مندرجہ ذیل عنوانات پر روشنی ڈالی گئی ہے

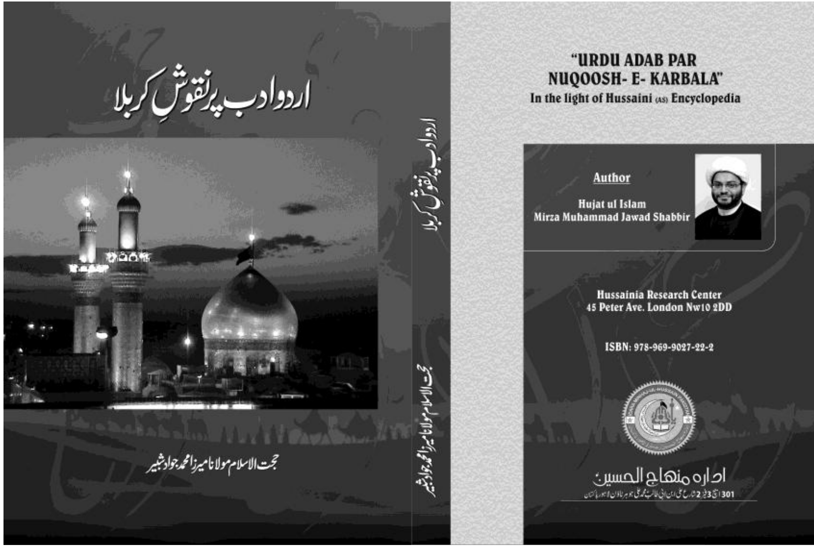
اس کتاب میں مندرجہ ذیل عنوانات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے:

دعاء اوراس کی اہمیت، دعاء کے فائدے، دعاء مانگنے کے آداب، دعاء کی قبولیت کے شرائط، دعاء کے قبول نہ ہونے کے عوامل، دعاء کرنے کا انداز وطریقہ، قرآنی دعائیں دعاء کی اقسام

پہلی فصل، امام حسین علیہ السلام کی وہ دعائیں جن میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے راز ونیاز کی

دوسری فصل، امام حسین علیہ السلام کی اپنے چاہنے والوں اور شیعوں کے حق میں دعائیں

تیسری فصل، امام حسین علیہ السلام کی بد دعائیں



اس کتاب میں مندرجہ ذیل عنوانات پر روشنی ڈالی گئی ہے

امام حسین علیہ السلام قرآن مجید کی روشنی میں

اردو زبان کی تاریخ

اردو نظم و نثر پر امام حسین علیہ السلام کا اثر

بحور اور شعری اوزان

قرن ۹ ہجری سے قرن ۱۲ ہجری تک قدیم دکنی سلام و مرثیے، اعراب گزاری اور قدیم الفاظ کے معانی کے ساتھ

This book is published with the contribution of:

Brother Nasheed Anwar

Please recite Soora-e-Fatiha for his Marhoomin:

Syed Mujtaba Ahmad
Amina Begham
Syed Fidvi Ali
Syeda Batool
Mirza Ahmad Ali Baig
Masoomah Begham